رجسٹرڈ ایل نمبر ۲۲۹۶ ہر انگریزی ماہ کی ۷-۱۴-۲۱-۲۸ کو قادیان دارالامان سے شائع ہوتا ہے رجسٹرڈ ایل نمبر ۲۲۹۶

فاروق

قادیان

شرح چندہ
ششماہی

انڈیا سے باہر پانچ روپے (عہ)

ایڈیٹر میر قاسم علی احمدی

جلد (۱۴) قادیان مورخہ ۲۱/۲۸ مئی سنہ ۱۹۲۹ء مطابق ۱۱/۱۸ ذی الحجہ سنہ ۱۳۴۷ھ نمبر ۱۷/۱۸

خریدار ۲۲۹۶ ۳۲۷
منشی سلطان عالم صاحب احمدی مدرس

1 JUN 29
JHELUM

سلسلہ کی خبریں

(۱) حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ کی صحت نسبتاً اچھی ہے۔ خطبہ جمعہ بھی حضور نے فرمایا۔ اور دیگر نمازوں میں بھی حضور تشریف لاتے ہیں۔

(۲) طالبات گرلز سکول قادیان نے جو مڈل کا امتحان گورداسپور جا کر دیا تھا۔ اس کا نتیجہ نکل آیا۔ جو نہایت غیر تسلی بخش ہے۔ ۱۳ لڑکیوں میں سے صرف ۳ لڑکیاں پاس ہوئیں۔ یہ ناخوشگوار نتیجہ ہے۔ جس کی طرف صیغہ تعلیم و تربیت قادیان کو خاص توجہ فرمانی چاہیئے۔

(۳) معزز ہمعصر "الفضل" کا خاتم النبیین خاص نمبر خدا کے فضل سے شائع ہو گیا ہے۔ مضامین اعلیٰ سے اعلیٰ اس میں درج ہوئے ہیں۔ ایڈیٹر صاحب الفضل اس کی تکمیل کے اور مینیجر صاحب الفضل اسکی فوری طباعت کے اہتمام کیلئے خاص شکریہ کے مستحق ہیں۔ کہ بڑی محنت سے دونوں اصحاب نے اپنے فرائض کو سرانجام دیا ہے۔ یہ پرچہ امید ہے۔ کہ ۱۵ ہزار تعداد میں جو طبع ہوا ہے کافی نہ ہوگا۔ اور بہت جلد اس کے دوسرے ایڈیشن کی ضرورت محسوس ہوگی۔ پھر دوبارہ چھپنا ایک مشکل امر ہوا کرتا ہے۔ احباب جلد سے جلد اس کو طلب فرمالیں۔ قیمت غالباً ۸ر فی پرچہ ہے۔

(۴) بک ڈپو تالیف و اشاعت قادیان کی طرف سے پانچ ٹریکٹ ۲ جون کے جلسوں میں بکثرت تقسیم کرنے کی غرض سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک کے متعلق۔ علمی مضامین کے نکلے ہیں۔ پہلا ٹریکٹ۔ آنحضرت صلعم کی غیر مسلموں سے رواداری اور حسن سلوک پر۔ دوسرا۔ آنحضرتؐ کے فرامین امن و آزادی۔ تیسرا۔ آنحضرتؐ کی صداقت و امانت پر معاصرین کی چشم دید شہادتیں۔ چوتھا۔ توحید کا حقیقی علمبردار۔ پانچواں۔ پیارا رسول ہندوؤں میں مقبول۔ احباب بک ڈپو سے قیمتاً طلب فرما کر مفت تقسیم کرکے ثواب حاصل کریں۔ قیمت نہایت ہی کم برائے نام ہے۔ ایک ٹریکٹ ۸ آنہ فی صدی یعنی پانچ روپیہ فی ہزار

تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان کا نتیجہ انٹرنس خدا کے فضل سے نہایت شاندار نکلا ہے۔ یعنی ۴۴ طلباء میں سے ۴۲ پاس ہوئے ہیں۔ اور زیادہ تر اعلیٰ نمبر حاصل کئے ہیں۔ جس کے متعلق ہیڈ ماسٹر صاحب معہ تمام سٹاف سکول قابل مبارکباد ہیں۔

عنایت مجھ پہ ہے رب العلا کی

(از خان کابلی کیمبوری)

⁂

تمنا ہے دلِ حسرت فزا کی
زیارت ہو جنابِ میرزا کی
مرا دل ہے مثالِ بدر روشن
محبت ہے مجھے بدر الدجیٰ کی
خدایا مجھ کو رؤیا میں دکھائے
وہ پیاری پیاری صورت میرزا کی
کبھی رؤیا میں حضرتؑ کو نہ دیکھا
یہی حسرت مرے دل میں رہا کی
ہمارا کاش مسکن قادیاں ہو
کہ برسے رات دن رحمت خدا کی
اٹھاؤں سر درِ احمدؑ سے کیونکر
عنایت مجھ پہ ہے رب العلا کی
نکل جائے میرا دم قادیاں میں
تمنا ہے یہ خان بے نوا کی

اطلاع:- یہ پرچہ ۲۹ مئی کو طبع ہوا ہے۔ کیونکہ کاغذ لاہور سے آدمی بھیج کر منگایا تھا۔ جو ۲۹ مئی کو قادیان پہنچا۔ اس لئے دو دن دیر سے پرچہ چھپا ہے (مینیجر)

پانچ دن کیلئے غیر معمولی رعایت:- یوم خاتم النبیین کی مبارک تقریب پر جو صاحب اخبار فاروق کی خریداری ایک سال کے لئے منظور فرمائینگے۔ ان کو دو روپیہ کی مندرجہ ذیل کتابیں مفت بطور انعام دیجائینگی۔ یہ رعایت یکم لغایت ۵ جون ۱۹۲۹ء پانچ دن کے لئے ہے درخواست خریداری آنے پر [illegible]

انقلاب افغانستان کا آخری باب

آخر امان اللہ خاں بھاگ کر ہندوستان آکر اٹلی چلا گیا

فاروق میں جو سلسلہ مضامین میں نے انقلاب افغانستان کے عنوان سے لکھا تھا۔ اس میں یہ حقیقت بے نقاب کر دی گئی تھی۔ کہ امان اللہ خاں کے لئے افغانستان میں کوئی امید باقی نہیں رہی۔ اس کے اسباب اور وجوہات کی تصریحات بھی اس میں موجود ہیں۔ امیر حبیب اللہ خاں (بچہ سقہ) کی قوت و اثر اور اس کے مضبوط استحکامات کا بھی ذکر کیا گیا تھا۔ ہندوستان کے مسلمانوں کو میں نے مشورہ دیا تھا۔ کہ وہ غلط اور بے بنیاد خبروں کی اشاعت سے پرہیز کریں۔ مگر وہ لوگ جو جوش بے جا میں اپنی فکر کو معطل کئے ہوئے تھے۔ وہ ان باتوں کو ٹھنڈے دل سے سن نہ سکتے تھے۔ میں نے واقعات حاضرہ کی روشنی میں صحیح معلومات پیش کر کے اس سلسلہ کو آخری نتیجہ کے لئے چھوڑ دیا۔ اور اب خدا تعالے نے اپنی قدرت و قوت کے ہاتھ کی جھنکار دکھلائی۔ کہ

غازی امان اللہ خاں بھاگ کر ہندوستان
آگئے۔ اور وہاں سے اٹلی چلے گئے

میں نے پہلے بھی لفظ غازی کے خلاف لکھا تھا۔ کہ وہ شخص جو میدان جنگ سے اس طرح بھاگ کر آگیا ہے وہ ہرگز اس معزز لقب کا مستحق نہیں۔ لیکن اب خود اس نے دوبارہ بھاگ کر

میرے بیان کی صداقت پر مہر کر دی

ان اخبارات کے لئے تو اب منہ دکھانے کا بھی موقعہ نہیں رہا۔ جو دو دن پیشتر سقوط کابل کی ساعت کے قریب آجانے کی خبریں دے رہے تھے اور فتوحات ہرات کے داخلہ کابل پر شادیانہ اور مخصوص نمبر شائع کرنے کے بجائے ہوائی اعلان کر رہے تھے۔ میں نہیں جانتا وہ اپنی ندامت اور ناکامی کو کس الفاظ میں ظاہر کرینگے۔ سچ یہی ہے۔ جو میں نے اپنے سلسلہ مضامین کے شروع ہی میں کہدیا تھا۔ کہ

خدا ہی مالک الملک ہے۔ وہ جس کو چاہتا ہے سلطنت دیدیتا ہے۔ اور جس سے چاہتا ہے چھین لیتا ہے۔

امان اللہ خاں اسکے باپ اور اسکے دادا نے متواتر تین پشتوں تک ایک خطرناک جرم کا ارتکاب کیا۔ معصوم اور بے گناہ احمدیوں کو محض اس جرم میں کہ انہوں نے خدا کے راستباز اور صادق مرسل کو قبول کیا۔ سنگسار کیا اور اپنے ہاتھوں اور دامن کو ان کے خون سے تر کیا۔ ناممکن تھا کہ وہ خون رنگ لائے بغیر رہتا٭

میں اس وقت ان پیشگوئیوں کی تصریحات نہیں کرونگا بلکہ ان کے متعلق ایک مستقل مضمون بہت جلد لکھنے کا ارادہ ہے۔ (انشاء اللہ تعالے) مگر اتنا ضرور کہتا ہوں۔ کہ جب صاحبزادہ عبداللطیف رضی اللہ عنہ کو شہید کیا گیا۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خدا کی وحی کے ماتحت یہ شائع کیا۔

"کابل کی زمین دیکھ لیگی۔ کہ یہ خون کیسے کیسے پھل لائیگا یہ خون کبھی ضائع نہیں کیا جائیگا۔ پہلے اس سے غریب عبدالرحمن میری جماعت کا ظلم سے مارا گیا۔ اور خدا چپ رہا۔ مگر اس خون پر اب وہ چپ نہیں رہیگا۔ اور بڑے بڑے نتائج ظاہر ہونگے۔۔ یہ خون بڑی بے رحمی کے ساتھ کیا گیا۔ اور آسمان کے نیچے ایسے خون کی نظیر نہیں ملیگی۔ ہائے اس نادان امیر نے کیا کیا۔ کہ ایسے معصوم شخص کو کمال بے دردی سے قتل کر کے اپنے تئیں تباہ کر لیا۔ اے کابل کی زمین تو گواہ رہ کہ تیرے پر سخت جرم کا ارتکاب کیا گیا۔ اے بدبخت زمین تو خدا کی نظر سے گر گئی۔ کہ تو اس ظلم عظیم کی جگہ ہے"

خون شہید مرحوم نے اپنا رنگ دکھایا۔ اور امیر حبیب اللہ نہایت بیدردی کے ساتھ قتل ہوا۔ اور جو لوگ صاحبزادہ عبداللطیف کے قتل کا مشورہ دینے والے تھے۔ وہ سب اپنے کیفر کردار کو پہنچے۔ یہ نظیر موجود ہوتے ہوئے پھر امان اللہ خاں نے نعمت اللہ خاں اور عبدالحلیم کو شہید کر دیا۔ اور باپ کے نقش قدم پر چلا۔ محض اس لئے کہ وہ چند ملانوں کو خوش کر سکے خدا کی خوشنودی کو اس نے مقدم نہ کیا۔ آخر خدا تعالٰی نے انہیں ملانوں کو اس پر مسلط کر دیا۔ اور وہی اسکی تباہی اور بربادی کا موجب ہو گئے۔ اور آج یہاں تک نوبت پہنچ گئی ہے۔ کہ اسکو

افغانستان کی زمین پناہ نہیں دے سکتی۔ اور گویا وہ اس کی لاش کو بھی باہر پھینک رہی ہے نہیں چاہتی کہ اس کی قبر بھی وہاں ہو۔

یہ کس قدر عبرت کا مقام ہے۔ وہ وسیع ملک جہاں اس کی حکومت کا پرچم لہراتا تھا۔ آج اس پر تنگ ہے۔ اور وہ بھاگ کر انگریزوں کی حکومت میں آتا ہے۔ اسکے لئے شاید یہ عزت کا مقام ہوتا۔ اگر وہ وہیں لڑ کر میدان جنگ میں جان دیدیتا۔ مگر خدا تعالے نے اس حقیقت کو آشکار کرنا تھا۔ یہ عذاب سخت عذاب ہے٭

امان اللہ خاں کی اس مصیبت میں ہمیں اس کی ذات سے ہمدردی ہے۔ خدا تعالے خوب جانتا ہے۔ کہ ہم اسکی اس مصیبت پر خوش نہیں۔ گو یہ سچ ہے۔ کہ جہانتک خدا تعالے کے ایک نشان کا سوال ہے۔ ہم اس آیت اللہ کے ظہور پر خدا تعالے کی حمد کرتے ہیں٭

افغانستان کا یہ انقلاب مومن کے لئے ایک درس معرفت ہے۔ اور کھلی آنکھ لیکر ہم اس کا مطالعہ کریں تو ایمان و معرفت میں بے انتہا ترقی کے سامان اس میں موجود ہیں٭

ہندوستان کے مسلمانوں کو سبق عبرت لینا چاہیئے اور آئندہ ان اخبارات کی تحریکوں اور تحریروں کو سمجھ کر پڑھنا چاہیئے۔ ان کے جذبات آفرین مقالات سے کبھی متاثر نہیں ہونا چاہیئے وہ ایک بے جان گوسالہ کی طرح بولتے اور چلاتے ہیں۔ انہوں نے خلافت ٹرکی کے متعلق زور لگایا اور وہ مٹ گئی۔ امیر عبدالکریم بطل ریف کی خوشحالی پر گیت گائے۔ مگر ان میں خدا کی حمد اور خشیت مفقود تھی۔ آخر وہ گرفتار ہو کر اسیر سلطانی کی حیثیت سے ایک گمنامی کی زندگی بسر کر رہا ہے۔ امان اللہ خاں کے متعلق جو دعاوی کئے گئے۔ ان کو پڑھ کر مومن کی روح کانپ جاتی ہے۔ یہ لوگ گویا خدا کی تمام قوتوں اور صفات کو اپنے ہاتھ میں لئے ہوئے تھے۔ ایک ایک لفظ اور فقرہ سے رعونت اور نخوت کی بو آتی تھی۔ کبریائی خدائے جلیل و وحید کی شان نے آخر اس نے دکھا دیا۔ کہ میں جسے چاہتا ہوں حکومت دیتا ہوں

...... انقلاب افغانستان کی داستان کا یہ آخری باب ہے۔ جس کا پہلا ورق الٹ گیا ہے۔ خدا تعالے بہتر جانتا ہے۔ کہ آئندہ کیا ہونے والا ہے۔ مگر ہاں یہ یقینی امر ہے۔ کہ مومنوں کے لئے اس میں شعاع امید نظر آتی ہے۔ یہ وقت ہے۔ کہ لوگ دیدۂ عبرت کھولیں۔ اور خدا کے غضب سے ڈریں۔ میں یہاں ان لوگوں سے ایک لفظ کہنا چاہتا ہوں۔ کہ وہ اس وقت خدا تعالے کے حضور گر جائیں۔ اور اس کے دامن عظمت و رحمت کی پناہ چاہیں۔ کیونکہ

؎ اندریں وقت مصیبت چارۂ ما بیکساں ٭ جز دعائے بامداد و گریہ سحر نیست ٭

اگلی اشاعت میں ایک مستقل مضمون اس پر لکھنا چاہتا ہوں۔ اس کا انتظار کیجئے۔ (عرفانی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

"فاروق"

قادیان دار الامان مورخہ ۲۱-۲۸ مئی سنہ ۱۹۲۹ء

اسلام کا دنیا میں حشر،
اور
اسلامی دنیا کا خونی منظر
نمبر (۳)

ٹرکی میں اندرونی سازشوں کا سلسلہ اور باہمی حسن ظنی کا فقدان ہو رہا ہے۔ اس کی وجہ ظاہر اور صاف ہے۔ سلطان کے عزل اور موجودہ انقلاب کی بنیاد خود ایک سازش پر تھی۔ جو انجمن اتحاد و ترقی کے رنگ میں جلوہ گر ہوئی۔ اور اس لئے اب موجودہ جمہوریت اگر اسے جمہوریت کہا جاوے۔ ہر وقت اپنے آپ کو خطرہ میں محسوس کرتی ہے اور اسے ملک بھر میں سازشوں کا ایک جال نظر آتا ہے

اور یہی وجہ ہے۔ کہ آئے دن عدالت استقلال دار و رسن کی داستان دوہراتی رہتی ہے۔ میں بلگریڈ میں تھا۔ اور وہاں کے ایک مشہور و معروف اخبار پولیٹیکا کے ایڈیٹر سے جو وہاں کی پارلیمنٹ کے ایک لیڈنگ ممبر ہیں میری ملاقات ہوئی۔ انہوں نے بہ حیثیت مسلمان مجھ سے ٹرکی کی موجودہ حالت کے متعلق چند سوالات کئے اور اسلامی نقطہ خیال سے میری رائے دریافت کی میں نے اجمالی اور اصولی طور پر تو یہ کہا۔ کہ میں ٹرکی کی موجودہ حالت کو دیکھنے جا رہا ہوں۔ اس لئے یہ درست نہ ہوگا۔ کہ میں اپنی کسی رائے کا اظہار کروں۔ لیکن وہ ایک سیاسی مدبر اور ذہین اخبار نویس تھا۔ میرے اس جواب پر کہنے لگا۔ اگرچہ یہ درست ہے۔ کہ صحیح رائے دیکھنے کے بعد قائم ہو سکتی ہے۔ لیکن آج تو تمام دنیا ایک شہر کا حکم رکھتی ہے۔ اور حالات اور واقعات کا صحیح علم ہوتا رہتا ہے۔ اس لئے جو حالات آپ نے اخبارات میں پڑھے ہیں۔ ان کو زیر نظر رکھ کر میں آپ کی رائے دریافت کرنا چاہتا ہوں۔ میرے لئے یہ نازک مرحلہ تھا۔ اس لئے کہ میں خود ٹرکی جا رہا تھا۔ اور مجھے وہاں کے حالات کا یہ تو علم تھا۔ کہ ہر نو وارد خصوصاً ہندوستانی نہایت مشکوک نظروں سے دیکھے جاتے ہیں۔ اور میرا یہ انٹرویو میرے ٹرکی پہنچنے سے پہلے وہاں پہنچ سکتا تھا۔ علاوہ بریں میرے خیالات کا اثر یوگوسلاویہ کی مسلم آبادی پر بھی پڑ سکتا تھا!

مجھے ضمناً یہاں یہ کہہ دینا چاہیئے۔ کہ یوگوسلاویہ کی مسلم آبادی حکومت میں اپنی نمائندگی رکھتی ہے اور آنریبل مولوی محمد سپاہو اس وقت وزیر تجارت تھے۔ مسلمانوں کو ہر قسم کی مذہبی آزادی حاصل ہے اور حکومت نے مسلمانوں کے اپنے تنازعات کے تصفیہ کے لئے مفتی دیئے ہوئے ہیں۔ جو شریعت اسلام کے موافق فصل و قضایا کرتے ہیں۔ مسجدوں کے اماموں اور موذنوں کے مشاہرے اور مساجد کی مرمت وغیرہ کے اخراجات حکومت ادا کرتی ہے۔ مسلمانوں کو (باوجودیکہ حکومت میں عیسائی عنصر زیادہ ہے) ایک سے زیادہ شادیاں کرنے کی اجازت ہے۔ اور تعدد ازدواج پر کسی قسم کی قانونی پابندی عاید نہیں کی گئی۔

غرض

پولیٹیکا کے ایڈیٹر نے مجھ سے ٹرکی کی موجودہ حالت کے متعلق بعض سوالات کئے۔ جن کو میں تفصیل سے اپنے سفرنامہ میں لکھنے کی خدا کے فضل سے اُمید رکھتا ہوں۔ مگر دو سوالوں کا ذکر میں یہاں بھی کرنا چاہتا ہوں اور مجھے امید ہے۔ فاروق کے پڑھنے والے اسے دلچسپی سے پڑھیں گے۔

ایڈیٹر صاحب پولیٹیکا:۔ مصطفٰے کمال سے پہلے ٹرکی میں پردہ کا رواج تھا۔ اور اب پردہ نہیں۔ آپ کے خیال میں کیا یہ ٹھیک ہے؟

عرفانی:۔ میں نے پہلے کہہ دیا ہے۔ کہ جب تک اپنی آنکھ سے وہاں کی حالت نہ دیکھ لوں۔ اور وہاں کے عمائد اور علماء سے تبادلہ خیالات نہ کروں۔ مجھے کسی قسم کی رائے دینے کا حق نہیں۔ اور دیانت داری سے مجھے کوئی رائے نہیں دینی چاہیئے۔ لیکن یہ اخبارات میں جو کچھ لکھا گیا ہے۔ اس کو صحیح فرض کر کے میں اپنے خیالات کا اظہار کرتا ہوں۔ ٹرکی کی جو حالت رہی ہے۔ وہ آپ جانتے ہیں۔ یورپین طاقتیں اسکی دشمن ہیں اور اسے اپنی ڈپلومیسی سے کمزور کرتی رہی ہیں۔ چونکہ بعض اوقات پردہ کی آڑ میں خطرناک جاسوسی ہوتی تھی۔ اور سازشوں کے جال بچھائے جاتے تھے۔ اور اور حکومت ان پردہ نشین جاسوسوں یا سازشوں کا پتہ لگانے میں ناکام رہتی۔ اس لئے انہوں نے عورتوں کا پردہ اٹھا دیا ہوگا۔ تاکہ معلوم ہو جاوے کہ عورت کے لباس میں فی الحقیقت عورت ہے۔ پس پولیٹیکل مجبوریوں سے مصطفٰے کمال کی حکومت نے ایسا حکم دیا۔

ایڈیٹر پولیٹیکو:۔ (ہنسکر) یہ مصطفٰے کمال کی طرف سے بہت معقول اپالوجی ہے۔ مگر یہ الفاظ آپ اسکے منہ میں ڈالیں گے۔

عرفانی (ہنسکر) میں سمجھتا ہوں۔ کہ یہ عزت آپ کو سب سے پہلے حاصل ہوگی۔ کہ میرے الفاظ آپ کمال پاشا کے منہ میں ڈالیں گے۔

(اس پر سب کھل کھلا کر ہنس پڑے۔ اسوقت پولیٹیکو کا مشرقی معاملات کا ایڈیٹر اور وائی۔ ایم۔ سی کے دو نوجوان جو وہاں کے فارن آفس نے بطور ترجمان اور گائڈ مجھے دیئے تھے میرے ساتھ موجود تھے)

ایڈیٹر پولیٹیکو:۔ میں اس عزت پر فخر کروں گا۔ مگر میں اس معاملہ میں آپ کی رائے اسلامی نقطہ خیال سے معلوم کرنا چاہتا ہوں۔

عرفانی:۔ بلگریڈ میں مفتی موجود ہیں۔ آپ ان سے تفصیلات معلوم کر سکتے ہیں۔ کیا آپ پسند نہیں کرتے کہ میں آپ کے علم سے فائدہ اٹھاؤں؟

ایڈیٹر پولیٹیکو:۔ میں معافی چاہتا ہوں یہ بہت

خوشی سے میں آپ کے سوالات کا جواب دوں گا۔ مگر ایک بات میں اور آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں۔

عرفانی:۔ بہت اچھا۔

ایڈیٹر پولشیکو:۔ ترکی میں ایک قانون زیر تجویز ہے۔ کہ غیر ملکی عورتوں سے شادی نہ کی جاوے۔ کیا یہ بھی اسلام کی تعلیم ہے؟

عرفانی:۔ اسلامی تعلیم نے عیسائی یا یہودی عورت سے شادی کرنے کی اجازت دی ہے۔ مگر میں سمجھتا ہوں۔ کہ اگر ترک اس قسم کا قانون بنانا چاہتے ہیں۔ تو اس کا باعث بھی سیاسی وجوہات ہیں۔ آپ کو مجھ سے زیادہ بہتر معلوم ہے۔ کہ دوران جنگ میں جاسوسی کا جال کتنا وسیع تھا۔ اور زیادہ تر عورتوں کے ذریعہ حالات معلوم کئے جاتے تھے۔ اور یہ اپنے اغراض کے لئے شادی بھی کر لیتی تھیں اور کر لیتی ہیں۔ ترکوں نے اس مصیبت سے نجات پانے کے لئے یہ قانون اگر تجویز کیا ہے۔ تو میں اسے حق بجانب سمجھتا ہوں۔

میرے خیال میں ایک اور سبب بھی ہو سکتا ہے اگر کسی ملک یا قوم کے نوجوان باہر کی عورتوں سے شادی کریں۔ تو ان کی ملکی یا قومی لڑکیوں کے لئے شوہروں کی کمی ہو جائیگی۔ میں سمجھتا ہوں۔ ملک کے سیاسی اور اقتصادی مفاد کا یہی نتیجہ ہونا چاہیئے۔

اس کے بعد سلسلہ کلام اور امور کی طرف منتقل ہو گیا۔ اور اس کا تعلق میرے اس مضمون سے نہیں۔ غرض میں نے ترکی پہنچنے سے پہلے ہی اس حالت کو محسوس کر لیا تھا۔ اور جب میں اسلامبول پہنچا۔ اور مجھے حالات کے آپ دیکھنے کا موقع ملا۔ تو میں غور و خوض کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا۔ کہ

ترکی ترقی کی طرف نہیں بلکہ تنزل کیطرف جا رہی ہے۔

اور اس پر روسی انقلاب کا اثر ہے۔ مذہب کی عظمت اور عبادت کو رفتہ رفتہ کم کیا جا رہا ہے۔ اور اسلامی تمدن کو ترقی کی راہ میں خطرناک روک سمجھ لیا گیا ہے یہ خیالی باتیں نہیں۔ حقیقت اور واقعات ہیں۔ اسلامی مدارس اور مذہبی ادارہ کو بند کر دیا گیا ہے۔ ہندوستان میں اس کی یہ تاویل کی جاتی ہے۔ کہ ان تمام انسٹیٹیوشنز کی نئے سر سے تنظیم کریں گے۔ اور انہیں مفید ملک بنائیں گے مگر ایں خیال است و محال است و جنوں میں نے جو کچھ وہاں دیکھا اور جو معلومات مجھے تبادلہ خیالات اور گہرے مطالعہ کے بعد ہوئے وہ دلشکن ہیں۔ ترکی کو اگر پہلے بیرونی خطرہ تھا۔ تو اسوقت وہ اندرونی مشکلات میں مبتلا ہے۔ سب سے بڑی آفت اعتماد باہمی کا فقدان ہو رہا ہے اور جمہوریت استبدادیت کا رنگ اختیار کر رہی ہے۔ وہ اسلام کے مقابلہ میں ترک کہلانا پسند کرتے ہیں۔ اور اسے اپنی قومی زندگی کی حقیقی روح یقین کرتے ہیں۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ مسلمانوں کی جو ہمدردی ترکی سے رہی ہے۔ وہ کم ہو جائیگی۔ بلکہ مجھے یہ کہدینا چاہیئے کہ کم ہو رہی ہے۔

ہماری ذہنیت کچھ اس قسم کی ہو رہی ہے۔ کہ ہم ہر ایسی بات کو جو ہمارے لئے مضر ہو۔ اور اسے ہم اپنے ہاتھ سے پیدا کر رہے ہوں محسوس نہیں کرتے اور اگر کوئی دوسرا اس سے مطلع کرے تو اس کو اپنا دشمن اور بد خواہ سمجھتے ہیں۔ حالانکہ

مومن مومن کا آئینہ ہوتا ہے

اور ان کمزوریوں کو دوسرے ظاہر کریں۔ تو اسے پروپیگنڈا کہہ کر خوش ہو جاتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہو رہا ہے۔ کہ ہم ان کمزوریوں کو دور کرنے کی فکر نہیں کرتے۔ اور اپنی غلطیوں پر اصرار کرتے ہیں۔ اور دن بدن کمزور ہو رہے ہیں۔

کیا اس حقیقت سے انکار کیا جا سکتا ہے۔ کہ ایک وقت تھا۔ ہمارے برادران وطن ہم کو یہ طعنہ دیتے تھے۔ کہ ہندوستان کے مسلمان ترکی اور عرب کے خواب دیکھتے ہیں۔ اور ہندوستان کو اپنا وطن نہیں سمجھتے۔ اور کیا یہ صحیح نہیں۔ کہ اس وقت مسلمانوں کے دلوں میں اپنے ان بھائیوں کے لئے جو ہندوستان سے باہر ہیں محبت اور اخوت کے جذبات میں ایک تلاطم برپا تھے۔ اور اب ہم دیکھتے ہیں۔ کہ رفتہ رفتہ یہ جذبات بجھ رہے ہیں۔ اور ہم متحدہ قومیت کے لئے بیتاب ہیں۔ ہندوستان کی دو بہت بڑی قوموں ہندو و مسلم کا اتحاد ایک برکت ہے۔ اور ملک کی ترقی اور فارغ البالی کے لئے ایک ضمانت ہو سکتا ہے۔ اور ہمیں اس کے لئے ہر جائز کوشش کرنے کے لئے آمادہ رہنا چاہیئے۔ مگر اس کے یہ معنے نہیں۔ کہ ہم اخوت کے اس جذبہ کو جو فطرتی اور طبعی ہے۔ سرد ہو جانے دیں۔ اس متحدہ قومیت کے سوال نے خود ہندوستان کے مسلمانوں میں

حرب و پیکار کا میدان گرم کر دیا ہے

کیا یہ سچ نہیں۔ کہ ہندوستان کے مسلمانوں میں سیاسی اغراض نے فرقے پیدا کر دیئے ہیں۔ اب تک تو یہ کہا جاتا تھا۔ کہ مسلمانوں کو مذہبی فرقہ بندی نے کمزور کر دیا ہے۔ ان کی ہوا نکل گئی ہے۔ اور ان میں خانہ جنگی جاری ہے۔ لیکن اب سیاسی مقاصد نے بھی وہی فرقہ بندی کی رو پیدا کر دی ہے۔ اور جس طرح پر مذہبی خیالات میں اختلافات ایک دوسرے کی تذلیل و تحقیر اور ایذا دہی کا موجب ہو رہا تھا۔ اب وہی حالت سیاسی فرقہ بندی سے پیدا ہو گئی ہے۔

مجھے حیرت ہوتی ہے۔ جب ان مباحث کو پڑھتا ہوں۔ اور دیکھتا ہوں۔ کہ قرآن مجید کی صریح ہدایات کے خلاف ایک فریق دوسرے فریق کو مختلف ناموں سے یاد کرتا ہے۔ اور یہ سب اپنے آپ کو ہدایت و رشد کے حامل قرار دیتے ہیں۔ اور

لا تنابزوا بالالقاب

انہیں قرآن مجید میں نظر نہیں آتا۔ ایک فریق نے اپنے مخالف کو نہروانی کہا۔ اس نے جواب میں انہیں نصرانی کہدیا۔ میں نہروانی کہنے والوں کا مرید نہیں گو نہرو رپورٹ کے متعلق میرے خیالات ان کے موید ہی ہوں۔ انہوں نے برا کیا۔ کہ اپنے سیاسی عقائد کے مخالفین کو ایک خاص نام سے موسوم کیا۔ مگر اس کے جواب میں انہوں نے جو نام تجویز کیا۔ وہ ان کے مذہب پر بھی زد ہے۔

میں نفس مضمون سے دور جا رہا ہوں۔ یہ واقعہ ضمناً آ گیا۔ میں یہ بتا رہا تھا۔ کہ دنیا کے مسلمانوں میں

اتحاد و محبت کی رو صرف مذہب سے قائم رہ سکتی ہے اور اسی سے اب تک قائم تھی۔ ترکوں نے مذہب کو ترک کرنا شروع کیا۔ اور ان کے ساتھ مسلمانوں کی ہمدردی میں فرق آنے لگا۔ ان سیاسی اغراض نے خود ہندوستان کے مسلمانوں میں اختلاف پیدا کر دیا۔ حالانکہ سیاسی اغراض کے لئے متحد ہو جانا تو نہایت آسان ہو جانا چاہیئے تھا۔ لیکن اس سے اختلاف بڑھا۔ اور وہ خطرناک رنگ اختیار کر رہا ہے۔

سیاسی انہماک نے ایک اور شدید مرض پیدا کر دیا ہے۔ جس سے خطرہ ہے۔ کہ وہ تمام جسم کو ناسور بنا دے میں اس پر اگلی اشاعت میں کسی قدر تفصیل سے لکھنا چاہتا ہوں۔ اس لئے کہ

اب یہ قابل غور مسئلہ ہو گیا ہے ۔

(عرفانی) (باقی آئندہ)

دعوت مباہلہ اور ہم ہو

نمبر (۲)

طعنہ بر پاکاں نہ بر پاکاں بود
خود کنی ثابت کہ ہستی فاجرے

اس سے قبل لکھا جا چکا ہے۔ کہ شریعت اسلامیہ کی رُو سے ہر اتہام زنا مُوردِ سزا ہوتا ہے۔ اور جب تک کسی شخص کے پاس چار گواہ نہ ہوں۔ اسے کسی معمولی مومن کے خلاف بھی لب کشائی کی اجازت نہیں۔ مگر بایں ہمہ بہت بڑی بڑی مقدس ہستیوں پر ناپاک لوگ الزام لگاتے رہے۔ لیکن ان تمام قضایا غیر مرضیہ میں طریق فیصلہ شہادت یا کوڑے لگانا ہی ہوتا تھا۔ نہ کہ مباہلہ۔ اب یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ قرآن مجید سے ثابت ہے۔ کہ منافق عام طور پر جھوٹی خبریں اڑا کر اور مقدسین پر افترا باندھ کر مومنوں میں بے چینی پھیلانے کے موجب ہوتے تھے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ المرجفون فی المدینۃ لنغرینک بھم ثم لا یجاورونک فیہا الا قلیلا۔ کہ مدینہ کے اندر جو جھوٹی خبریں پھیلانے والے ہیں ہم ان کے خلاف تجھے برانگیختہ کرینگے۔ اور پھر وہ مدینہ میں تھوڑی دیر ہی تیرے ساتھ رہیں گے۔ مسلمان خواتین سے تشبیب کرنے والے یہود بھی موجود تھے۔ بعض وہ صحابہ بھی موجود تھے۔ جنہوں نے افکِ عائشہؓ میں حصہ لیا تھا۔ مگر ان سے مباہلہ نہ کیا جاتا تھا۔

در اصل مباہلہ اللہ تعالےٰ کی ایک تقدیر خاص ہے۔ اور تقدیر خاص ہمیشہ غیر معمولی حالات اور ناقابل تدارک معاملات میں ہی جاری ہُوا کرتی ہے۔ معمولی معمولی بات یا معمولی معمولی انسان سے مباہلہ نہیں ہُوا کرتا۔ اور مباہلہ کی اجازت ہمیشہ مظلوم کو ہوتی ہے۔ اتہام لگانے والا تو ظالم ہے۔ اس کا مباہلہ کے لئے بلانا تو مباہلہ کی حقیقت کے صریح خلاف ہے۔

مستری لوگ جو مباہلہ کی دعوت دے رہے ہیں۔ اس کی وجوہات اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حوالہ کے متعلق مفصل بحث تو اگلے نمبر میں ہوگی۔ انشاء اللہ تعالےٰ۔ مگر سردست ہم بتانا چاہتے ہیں۔ کہ اس بارہ میں مستریوں کے سامنے یا تو غیر احمدی ہیں یا احمدی۔ غیر احمدی جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کلام کو سرتا پا غلط خیال کرتے ہیں۔ ان کے سامنے قرآن مجید اور احادیث صحیحہ سے ہی بحث کرنی چاہیئے اور ہم ان سے پوچھنا چاہتے ہیں۔ کہ کیا ان کے نزدیک قرآن مجید یا شریعت اسلامیہ میں بہتان باندھنے والے سے مباہلہ کیا جانا ضروری ہے۔ یا کیا انکے نزدیک صحابہ کرام کا اس پر عمل تھا؟ اگر یہ بات نہیں۔ تو وہ مستریوں کے غوغا کو کیا وقعت دے سکتے ہیں؟ باقی رہے احمدی۔ سو وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو راستباز نبی تسلیم کرتے ہیں۔ اور ان کے نزدیک یہ ممکن ہی نہیں۔ کہ اس مقدس کی خلافت و نیابت اس شخص کے سپرد کر دی جائے۔ اور وہ کامیابی سے اس پر متمکن ہو۔ جو نعوذ باللہ ان الزامات کا مصداق ہے۔ اور جسکی زندگی پاکیزہ نہیں۔ اور پھر وہ خدا کے مسیح کا وہ بیٹا ہو۔ جس کو اللہ تعالےٰ نے "محمود" (حمد و ستائش کیا گیا) قرار دیا۔ اور اس کے متعلق بار بار بشارت دی ؎

بشارت دی کہ اک بیٹا ہے تیرا
جو ہوگا ایک دن محبوب میرا
کروں گا دُور اس مہ سے اندھیرا
دکھاؤں گا کہ اک عالم کو پھیرا

حالانکہ حضرت مسیح علیہ السلام نے قاعدہ کلیہ کے طور پر فرمایا ہے:۔

"ان اللہ لا یبشر الانبیاء و الاولیاء بذریۃ الا اذا قدر تولید الصالحین"

(آئینہ کمالات اسلام)

کہ اللہ تعالےٰ نبیوں اور ولیوں کو اسی اولاد کی بشارت دیا کرتا ہے۔ جو صالح ہُوا کرتی ہے۔ اور اور اللہ تعالےٰ ان کو ازل سے رشد و صلاح سے حصۂ وافر عطا فرماتا ہے۔

حضرت اقدس کی اولاد سب بشارت الٰہی کے ماتحت ہوئی ہے۔ فرمایا ع

ہر اک تیری بشارت سے ہُوا ہے

پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو نبی یا کم از کم ولی ماننے والے کے لئے ضروری ہے۔ کہ آپ کی ذریت کو صالحین کے زمرہ میں شمار کرے۔ ورنہ اُسے حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت کا انکار کرنا پڑیگا (نعوذ باللہ) غرض جس طرح مستریوں کا یہ بہتان کوئی نیا نہیں۔ بلکہ ایک فرسودہ اتہام ہے۔ جو کمینہ طبع لوگ پاکبازوں پر لگاتے رہے۔ اس طرح یہ دعوت مباہلہ بھی کوئی حیرت انگیز اور موجب تشویش نہیں۔ کیونکہ غیر احمدی اس کو شرعاً مسنون اور جائز نہیں مانتے۔ اور احمدی اتنے کھلے نشانات کی موجودگی میں اس کی ضرورت نہیں سمجھتے۔ جماعت احمدیہ کی طرف سے صداقت احمدیت اور خلافت

کی حقانیت کے متعلق مباہلہ کی عام دعوت موجود ہے اگر مستری خود یا ان کے خفیہ کارپرداز مباہلہ کو ہی خلافت ثانیہ کے مٹانے کا (نعوذ باللہ) ذریعہ سمجھتے ہیں۔ تو ان کے لئے آسان راستہ کھلا تھا۔ وہ حضرت خلیفۃ المسیح یا حضور کے خدام سے "خلافت" کے متعلق مباہلہ کر کے اس طریق سے اپنے مقصد کو حاصل کر لیتے مگر انہیں تو مطلوب نہیں بلکہ انہیں بدنام کنندہ کی حیثیت میں شہرت حاصل کرنا ہے۔ اور اس کا یہی ذریعہ ہے۔

جب خدا تعالےٰ نے ایسے امور میں مباہلہ کرنے والوں کے لئے دنیاوی طور پر مابہ الامتیاز نہیں بیان فرمایا۔ تو مباہلہ کرنے کے بعد کیونکر فیصلہ ہوگا؟ ہمارے نزدیک تو جو شخص ان ناگفتہ بہ افعال کا مرتکب ہو۔ (نعوذ باللہ) اور پھر اتنے بڑے پاکیزہ منصب پر فائز ہو۔ اور اپنے تقدس کی وجہ سے ہزارہا مخلوق خدا کو گمراہی کی طرف لے جاتا ہو۔ اس کو خدائے غیور خود بخود گرفت کرتا ہے۔ اور پاکباز انسانوں کے قلوب کو اس سے متنفر کر دیتا ہے۔ مگر یہ کیا عجیب بات ہے۔ کہ باپ بیٹا مستری جو اپنے مخصوص کیرکٹر کی وجہ سے پہلے ہی راندہ خلق ہو چکے تھے۔ وہی اس بہتان طرازی کے بانی ہیں ⁂

نوٹ:۔ مباہلہ کی اصل حقیقت کے متعلق آئندہ نمبر ملاحظہ فرمائیں ⁂

(خاکسار اللہ دتا جالندھری قادیان)

مردم خور صاحب کا پینڈک

خدا تعالےٰ کی ہمیشہ سے یہ سنت چلی آئی ہے۔ کہ جب کسی مومن کا امتحان لینا منظور ہوتا ہے۔ تو اس پر مصائب کی گھٹائیں وارد کر کے اس کا امتحان لیا کرتا ہے۔ لیکن مبارک ہے وہ انسان جو کہ ایسے مصائب کا خوشی سے خیر مقدم کر کے کامیاب ہو جاتا ہے۔ اور مرتدین اور منافقین کفار کا ہر قسم کا ناجائز نقش کو پا سے ذلت سے ٹھکرا دیتا ہے۔

چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت کی ایسی بیشمار مثالیں زمانہ مسیح موعود کے مومنین کے لئے تاریخ کے اوراق پر موجود ہیں۔ جن میں سے میں ایک مثال حضرت علی رضؓ اور حضرت معاویہؓ کی پیش کرتا ہوں۔ روایت ہے۔ کہ جب منافقین اور مکفرین عرب کو یہ معلوم ہوا۔ کہ حضرت علی کرم اللہ وجہٗ اور حضرت امام معاویہ میں کچھ ناچاقی سی ہے تو کفار اور مرتدین اور منافقین نے ناجائز فائدہ اٹھانے کے لئے کوششیں کرنی شروع کر دیں۔ مگر حضرت امام معاویہؓ کو جب یہ معلوم ہوا۔ تو آپ نے بہ بانگ دہل یہ اعلان کر دیا۔ کہ میں وہ پہلا شخص ہوں گا۔ جو اعدائے علیؓ کے مقابل پر تلوار اٹھاؤنگا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ حضرت معاویہؓ کے صرف اتنا کہنے سے ہی کفار کے ناجائز منصوبوں پر پانی پھر گیا۔

ناظرین اسی قسم کا ایک واقعہ اس عاجز کے ساتھ بھی پیش آیا ہے۔ اور وہ اس طرح ہے کہ میری کسی ذاتی دشمن نے میرے متعلق امور عامہ کو غلط فہمی میں ڈال کر "الفضل" میں اس مطلب کا اعلان کروایا۔ کہ (نعوذ باللہ) میں سلسلہ عالیہ کی مخالفت کرتا ہوں۔ اور مجھ سے لوگوں کو بچنا چاہیئے" اس اعلان کو جماعت کے غداروں کا اخبار "مباہلہ" "جماعت سے اخراج" کے عنوان سے درج کر کے امام جماعت ایدہ اللہ بنصرہٖ کو بے پناہ گالیاں دیکر میری حمایت ماہ مئی کے پرچہ میں کرتا ہے۔ حالانکہ اس کے الٹی کھوپری والے ایڈیٹر کو اتنا تو معلوم ہونا چاہیئے تھا۔ کہ میں آج کل یہاں قادیان میں موجود ہوں۔ اور امام اقدس کی خدمت بابرکت میں پانچ وقت حاضری دیتا ہوں۔ اور بدستور سلسلہ عالیہ کا اور امام وقت کا ثنا گو اور مدح خواں ہوں اور سلسلہ کے ہر غدار فرد پر ہزارہا نفرین بھیجتا رہتا ہوں۔ چاہے وہ "مستری" ہو یا کوئی "لاہوری" یا کسی دیگر جگہ کا رہنے والا ہو۔ اور میں متاعِ احمدیت کو کسی قیمت پر بھی بیچنے کے لئے تیار نہیں۔ امام جماعت احمدیہ کے لئے ہزاروں من سب کچھ وقف ہے۔ لہٰذا مجھے امید ہے۔ میرے اس مضمون سے غدار مباہل کی تسلی و تشفی ہو جائیگی۔ اور اب میں ان الفاظ پر مضمون کو ختم کرتا ہوں۔ کہ "اے خدا تعالےٰ تو مجھے اور میرے دیگر احمدی بھائیوں کو ہر قسم کے مصائب سے اپنی پناہ میں رکھ"! آمین۔ اس کے ساتھ ہی مندرجہ ذیل غزل بھی ارسال ہے۔ جس سے دشمنانِ خلافت کی ناک پر داغ لگا دیا جائے ⁂

دلوں پر داغ ہے محمودؓ کی شانِ خلافت کا

ازل سے ہوں میں شیدائی صدائے ساز قدرت کا
صریرِ خامہ کن دم ہے تکبیر سماعت کا
کچھ آیا ہوش تو دیکھا کہ مسجودِ ملائک ہوں
خدا نے مرتبہ بخشا مجھے اپنی نیابت کا
غلام احمدؑ موعودؑ کی بعثت نے دنیا میں
دکھایا نیّرِ اعظم محمدؐ کی رسالت کا
حسد کی آگ میں جلتے ہیں اکثر راندۂ مرتد
دلوں پر داغ ہے محمود کی شانِ خلافت کا

(ابو الفضل خاں کابلی دکھیوڑہ حال قادیان)

احباب جماعت کیلئے ایک عجیب تحفہ مفت

جناب ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب کے سول سرجن ہونیکی خوشی میں

جناب ڈاکٹر صاحب موصوف خاندان نبوت کے ایک محترم رکن اور سلسلہ کے قابل ترین اصحاب میں سے ہیں۔ حال میں ان کے کیمبل پور کے سول سرجن ہونیکی خبر احباب "الفضل" میں پڑھ چکے ہیں۔ یہ خبر سلسلہ احمدیہ کے ہر فرد کے لئے یقیناً نہایت باعث مسرت ہے۔ اللہ تعالےٰ کا ہزار ہزار فضل و احسان ہے۔ کہ اس نے ڈاکٹر صاحب محترم کو یہ اعزاز مرحمت فرمایا۔ مجھے آں محترم کے اس اعزاز سے بے انتہا خوشی ہوئی۔ اور میں اس خوشی میں اعلان کرتا ہوں۔ کہ ایک نہایت عجیب حیرت انگیز تحفہ یعنی معمولی چاول پر پوری سورہ اخلاص لکھی ہوئی جماعت احمدیہ کی خدمت میں ایک مہینے تک بالکل مفت ارسال کرونگا۔ تا کہ وہ احباب کے پاس ڈاکٹر صاحب محترم کے اس اعزاز کی ایک یادگار رہے۔ پس جو صاحب چاہیں۔ فوراً منگالیں ⁂ نیز کتاب بخار دل جو ڈاکٹر صاحب محترم کی بہ نظم منظوم کا نہایت دلچسپ مجموعہ ہے۔ اور جو میں نے پچھلے دنوں شائع کیا تھا۔ اس کی بھی پچاس کاپیاں احمدیہ لائبریریوں کو مفت دینے کا اعلان کرتا ہوں۔ جہاں جہاں احمدیہ لائبریریاں ہوں فوراً منگالیں۔ پتہ:۔ شیخ محمد اسمٰعیل۔ پانی پت ⁂

احمدی ڈاکٹر

اور

آریہ پنڈت کا مکالمہ

دوسرے دن کی کارروائی

(گذشتہ سے پیوستہ)

آج کی مجلس میں کرنیل بیرسٹر۔ بی۔ اے۔ آریہ سکھ اور ہندو بھی شامل تھے۔ گفتگو شروع ہوئی میں نے عرض کیا۔ پنڈت جی آج آپ سوالات کے لئے مجھے وقت دیں۔ لیکن پنڈت صاحب نے فرمایا کہ نہیں آج بھی میں ہی کچھ اور دریافت کروں گا۔ میں نے عرض کیا بہت۔ اچھا آپ ہی سوال کریں لیکن آج جو بات کی جائے۔ اس میں ان باتوں کو مدنظر رکھا جائے (۱) اصولی ہو۔ دوم اس میں مذہبی کتب کے اسناد و حوالہ جات سے تحقیق، والزامی طور پر بھی فائدہ اٹھایا جائے۔ تا ہر ایک مسئلہ پر قرآن و وید وغیرہ مذہبی کتب سے روشنی ڈالی جا سکے۔ اور ہماری جانبین کی گفتگو قلمبند کی جائے۔ پنڈت جی نے پہلی دو تجویزیں تو منظور کر لیں۔ لیکن تیسری سے انکار کر دیا۔ اور پنڈت جی نے اعتراض کرنے شروع کئے۔

آریہ:۔ کیا انسان نجات میں عین خدا ہو جاتا ہے یعنی اپنی ہستی خدا میں ملا کر مٹا دیتا ہے۔ یا خدا اس کو اپنی صفات دیدیتا ہے؟

احمدی:۔ پنڈت جی ہم یہ نہیں مانتے۔ کہ انسان عین خدا ہو جاتا ہے۔ انسان عین خدا تو تب ہو جائے اگر یہ خدا کا کوئی جزو ہو۔ تو ہم مان لیں۔ کہ یہ خدا میں جا ملتا ہے۔ اور عین خدا ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ سمندر کا پانی جب سمندر میں ڈالیں تو سمندر ہی ہو جاتا ہے کیونکہ وہ سمندر کے پانی کا جزو ہوتا ہے۔ انسان ایسا نہیں۔ کہ خدا کا جزو ہے۔ اور خدا اجزا میں تقسیم ہوا ہے۔ یہ بات ہم نہیں مانتے۔ کیونکہ اس پر تو کئی اور بھی اعتراض ہیں۔ ہم انسان کو خدا کی ذات سے غیر ایک علیحدہ مخلوق ہستی مانتے ہیں۔

دوم۔ اگر آپ کی مراد یہ ہے۔ کہ خدا اپنی صفات انسان کو دیکر خود صفات سے عاری ہو جاتا ہے۔ تو یہ بات غلط ہے۔ ہم ایسا نہیں مانتے۔ کیونکہ یہ بھی قابل اعتراض بات ہے۔ بلکہ ہم یہ مانتے ہیں۔ کہ انسانی روح کے اندر خداوند تعالےٰ نے بہت سی صفات رکھی ہیں۔ جن میں علم۔ قدرت۔ محبت الٰہی کی آگ۔ اس کے ملنے پر راحت کا احساس وغیرہ اس سے مراد یہ ہے۔ کہ جب روح آلائشوں سے پاک ہو جاتی ہے۔ تو اس کی یہ طاقتیں جو کہ اس میں بیج کی مانند ہوتی ہیں۔ رضاء الٰہی کے پانی اور قرب الٰہی کے آب حیات سے پرورش پا کر بڑھنے لگ جاتی ہیں۔ چونکہ خدا کے فیضان لامحدود ہیں۔ اس لئے اسی طرح روح لامحدود عرصہ کے لئے ترقی کرتی چلی جاتی ہے۔ خدا روح انسان سے محبت سے کلام کرتا ہے۔ اور یہ عاشق و معشوق کی خوشی کا مقام ہے۔ یہ اسلامی نجات ہے۔

اس پر اب پنڈت جی کو کوئی اعتراض تو نہ سوجھا مگر ڈاکٹر صاحب کو مخاطب کر کے فرمانے لگے کہ ہمارے تو یہ مکتی ہے۔ کہ انسان دکھوں سے چھوٹ جائے۔ میں نے اس پر مندرجہ ذیل اعتراض کیا۔

احمدی:۔ میں نے کہا۔ یہ ادنیٰ درجہ کی مکتی ہے کیونکہ دکھوں سے چھوٹ جانا یہ ظاہر نہیں کرتا کہ جس نے دکھوں سے نجات پائی وہ کسی ترقی کی طرف بھی گامزن ہے۔ مثلاً اگر ہم کہیں۔ کہ فلاں آدمی کا بخار جاتا رہا۔ تو اس سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا۔ کہ وہ کسی دماغی یا روحانی ترقی کی طرف بھی گامزن ہے۔ اسی طرح انسان کا روحانی اور جسمانی دکھوں سے نجات پانا ایک تندرستی کی حالت کو ظاہر کرتا ہے۔ لیکن ترقی کو نہیں۔ جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ بعض لوگ بالکل تندرست ہوتے ہیں۔ لیکن وہ کوئی ترقی نہیں کر رہے ہوتے۔ وہ علمی۔ اخلاقی۔ روحانی طور پر جمود کی حالت میں ہوتے ہیں۔ تو ایسی مکتی اسلامی مکتی کے مقابلہ میں ادنیٰ درجے کی مکتی ہے کیونکہ اسلامی مکتی میں لاانتہا ترقی کی طرف قدم جاری ہے۔

آریہ:۔ ہماری مکتی میں بھی ترقی آجاتی ہے۔ کیونکہ خواہش بھی ایک دکھ ہے۔ جب روح کو ترقی کی خواہش رہتی ہے۔ دکھ رہتا ہے۔ اور میں نے بتایا ہے۔ کہ دکھوں سے نجات پانا مکتی ہے۔ اور ترقی کی خواہش ایک دکھ ہے۔ پس ہماری نجات میں ترقی مل جاتی ہے۔ اور خواہش نہیں رہتی ہے۔ اور آپ نے جو یہ کہا۔ کہ خدا کلام کرتا ہے۔ یہ بات غلط ہے۔ کیونکہ اگر خدا کو کلام کرنے والا مانیں۔ تو وہ مجسم ہو جائیگا۔ کیونکہ کلام کے لئے ہونٹ۔ منہ۔ زبان وغیرہ کی ضرورت ہے۔ اور یہ جسم چاہتا ہے۔ خدا مجسم ہو جائیگا۔ جو اس کے محدود ہونے کو ثابت کرتا ہے۔ پس خدا کی طرف کلام کرنے کا لفظ ہی منسوب نہیں کرنا چاہیئے۔

احمدی:۔ پنڈت جی ہم مانتے ہیں۔ کہ وہ کلام کرتا ہے۔ لیکن یہ نہیں مانتے۔ کہ وہ آپ کی طرح زبان اور ہونٹوں سے کلام کرتا ہے۔ اس کا کلام کرنا بھی اپنی ذات اور قدرت کے مطابق ہے۔ ہماری طرح حواس کے ماتحت نہیں۔ اس لئے ہم خدا کو مجسم نہیں مانتے۔ دیکھو سوامی جی نے خود ستیارتھ میں لکھا ہے۔ کہ ایشور بغیر آنکھ کے دیکھتا بغیر کانوں کے سنتا بغیر زبان کے بولتا گویا بغیر حواس کے سب کچھ کرتا ہے۔ پس ہم بھی اسی طرح مانتے ہیں۔ آپ کی کتابوں میں خود ایشور کے بولنے کے متعلق لکھا ہے۔ اور آپ فرماتے ہیں۔ کہ ایشور کی طرف کلام کرنے کا لفظ ہی منسوب نہیں کرنا چاہیئے۔ سنئے رگوید میں ایک منتر آتا ہے۔ اہم ایو سوئم ادم ودامی ۔ ۔ ۔ الخ۔ ایشور مہاراج فرماتے ہیں۔ کہ میں خود بخود کہتا ہوں یعنے ودامی جس کے معنے بولنے کے ہیں۔ کلام کرنے کے ہیں۔ اب ویدوں سے ثابت ہے۔ کہ ایشور کلام کرتا ہے۔ پھر آپ کا یہ کہنا

کہ ایشور کی طرف کلام کا لفظ منسوب نہیں کرنا چاہیئے۔ عجیب بات ہے۔ پس جس طرح آپ کا ایشور کلام کرتا ہے اور مجسم نہیں بنتا۔ ہمارا خدا بھی کلام کرتا ہے اور مجسم نہیں۔

ڈاکٹر صاحب:۔ اس پر ڈاکٹر گوکل چند صاحب فرمانے لگے۔ یہ دو حوالوں سے ثابت ہے۔ کہ ایشور بغیر حواس کے کلام کرتا ہے۔ جس طرح سے آپ اس کا کلام کرنا حل کرتے ہیں۔ وہی جواب ان کی طرف سے سمجھ لیں۔ کوئی اعتراض نہ رہا۔

احمدی:۔ اور پنڈت جی نے یہ خوب فرمایا۔ کہ خواہش ایک دکھ ہے۔ اور ترقی کی خواہش بھی ایک دکھ ہے۔ اس لئے ہماری نجات میں یہ خواہش نہیں رہتا۔ پنڈت جی آپ کو معلوم نہیں۔ کہ خواہش فی نفسہٖ تو کوئی دکھ نہیں۔ یہ تو ترقی کی ایک تحریک اور جوش ہے۔ خواہش اس وقت دکھ بن جاتی ہے۔ جب وہ پوری نہ ہو۔ لیکن جب کسی چیز کی خواہش ایک راحت کا منبع بنی جاتی ہے۔ اور ایسی کامیاب خواہش زندگی اور خوشی کا وہ جام پلاتی ہے۔ جس سے سرور پیدا ہوتا ہے۔ اور ہماری نجات کے متعلق فرمایا ہے۔ کہ جو جو خواہش کرینگے۔ وہ چیز انکو مل جائیگی۔ چونکہ آپ مانتے ہیں۔ کہ خواہش (اچھیا) روح کی ایک ذاتی صفت ہے۔ اور یہ بھی آپ مانتے ہیں۔ کہ کوئی صفت نیست نہیں ہوتی۔ اور نہ ہی ذاتی صفت بدل سکتی ہے (ستیارتھ ا ش) تو روح کے ساتھ خواہش کا جانا ضروری ہے۔ جو کہ ایک ذاتی صفت ہے (سوامی دیانند نے خود مانا ہے۔ کہ مکتی میں جیو کے ساتھ چوبیس صفات جاتی ہیں۔ جن میں خواہش بھی ہے۔ پس جیو کی دیگر صفات وہاں کام کرینگی۔ تو خواہش بھی کام کریگی۔ اس لئے آپکا فرمانا کہ مکتی میں خواہش نہ رہیگی۔ یہ آپ کے مسلمات کی بنا پر ہی غلط ہے۔ اور روح کو مردہ ظاہر کرتا ہے۔) اگر آپ کی مکتی میں ترقی کی خواہش نہیں رہتی تو مانا کہ آپ کے ایشور کے صفات اور قرب کے درجے محدود ہیں۔ جن کو یہ محدود روح طے کر لیتی ہے اور بس ختم۔ ایشوری صفات کا مزید مطالعہ ظہور اور ان سے روح کے لئے حاصل ہونے والا سرور ختم ہو جاتا ہے۔ تو بھی یہ ادنیٰ مکتی ہے۔ لیکن آپ نے جو مکتی کی تعریف کی ہے۔ کہ دکھوں سے نجات پا لینا اس سے یہ ظاہر نہیں ہوتا۔ کہ انسان کو خدا بھی مل جاتا ہے۔ جیسا کہ ہم کہیں کہ فلاں شخص نے بخار سے نجات پالی ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں۔ کہ ساتھ ہی وہ جارج پنجم کا مقرب بھی بن گیا۔ چونکہ پنڈت جی نے پہلی تعریف کسی کتاب کے حوالہ سے تو پیش نہیں کی تھی۔ اب یہ اعتراض سن کر جھٹ بول اٹھے کہ پراپتی پورن پرمانند یعنے پرماتما کا پا لینا بھی شامل ہے۔ مگر آپ نے مکتی کی یہ تعریف کسی وید منتر سے پیش نہ کی۔ اور جب میں نے اعتراض کیا۔ تو آپ نے جھٹ بحث کا رخ بدلنا چاہا۔ فرمانے لگے کہ

آریہ:۔ آپ کا خدا تخت پر رہتا ہے۔ اس لئے جسم رکھتا ہے۔ اور محدود جگہ پر رہتا ہے۔ اس لئے محدود ہوا۔ اور قرآن شریف میں عرش کا لفظ موجود ہے۔

احمدی:۔ پنڈت جی اس تقریر کا نجات سے کوئی تعلق نہیں۔ اگر آپ کو اسلامی نجات پر کوئی اعتراض ہے تو پیش کریں۔ ورنہ مجھے اجازت دیں۔ کہ میں آپ کی پیش کردہ مذہبی نجات پر اعتراض کروں۔

آریہ:۔ نہیں مجھے یہ عرش والی بات بھی دریافت کر لینے دیں۔

سامعین:۔ اس پر بعض حاضرین نے بھی کہا۔ کہ اس کا نجات سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ الگ مضمون ہے لیکن پنڈت جی نہ مانے اور فرمانے لگے۔ کہ مجھے یہ بات دریافت کرنا ہے۔

احمدی:۔ تو پنڈت جی اس کا جواب بھی سن لو۔ قرآن شریف میں یہ آیت موجود ہے۔ خلق السموات والارض فی ستۃ ایام ثم استوی علی العرش۔ خدا نے آسمانوں اور زمین کو چھ دوم یا چھ صفات سے پیدا کیا۔ اور پھر استویٰ علی العرش ہوا۔ استویٰ علی العرش پر آپ کا اعتراض ہے۔ کہ وہ تخت پر بیٹھا اور عرش ایک محدود تخت کا نام ہے لیکن یہ بات بالکل غلط ہے۔ عربی لغت میں عرش کے معنے حکومت اور جبروت کے بھی ہیں۔ جس سے اس کا مطلب یہ ہوا۔ کہ خدا نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا۔ اور پھر ان پر اپنی حکومت جاری کی۔ یہاں خداوند اپنی قدرت کا اظہار فرماتا ہے۔ کہ میں ہر ایک چیز پر حکومت کر رہا ہوں۔ اتنا بڑا کارخانہ میرے حکم سے باہر نہیں چل رہا ہے۔ کیونکہ کسی کو وسوسہ گذر سکتا تھا۔ کہ خدا نے اتنا بڑا کارخانہ تو بنایا۔ اب شاید اس کے قابو سے باہر ہو گیا ہو۔ جیسا کہ ہم بعض اوقات دیکھتے ہیں۔ کہ ایک سواری پر سوار چڑھ تو جاتا ہے۔ اور اس وقت سواری پر اسے قابو ہوتا ہے۔ لیکن کبھی وہ سواری پھر بے قابو ہو جاتی ہے۔ اور بے تحاشا سوار کی مرضی کے خلاف اِدھر اُدھر دوڑتی ہے۔ جس سے سوار کا عاجز اور کمزور ہونا ظاہر ہوتا ہے۔ تو خداوند تعالےٰ نے اس وسوسہ کو دور کرنے کے لئے کہ اگرچہ زمین۔ سورج چاند بڑے بڑے سیارے گردش میں ہیں۔ لیکن یہ سب چیزیں میری حکومت کے ماتحت ہی ہیں۔ مجھ سے بے قابو نہیں ہو گئیں۔ اس لئے انسان کو میری طرف ہی جھکنا چاہیئے جو قادر مطلق ہوں۔ اور ان چیزوں کی ہیبت سے متاثر ہو کر اُدھر نہ جھک جائے۔ چنانچہ دوسری جگہ فرمایا۔ ان اللّٰہ علیٰ کل شیئ قدیر۔ خلق کل شیئ فقدرہ تقدیرا۔ ہر ایک چیز پر میری قدرت حکومت کر رہی ہے۔ ہر ایک چیز کو میں نے پیدا کیا ہے۔ اور اس کو ایک حد میں قابو کر رکھا ہے۔ پس اس آیت میں خدا کی عظمت شان و جلال کا اظہار ہے نہ کہ محدود تخت کا ذکر اور خدا کا محدود ہونا۔

دوم۔ آپ سارے قرآن شریف میں سے کسی مقام پر دکھائیں۔ کہ خدا نے یہ فرمایا ہو۔ کہ عرش مخلوق چیز ہے۔ اور اس پر میں بیٹھا ہوں۔ پس میرے معنے ہرگز غلط ثابت نہیں کئے جا سکتے۔ میں انکی صحت پر قائم ہوں۔ آپ غلط ثابت کریں۔

آریہ:۔ یہ معنے دوسرے مسلمانوں کے خلاف ہیں۔ انہوں نے اس آیت کے یہ معنے نہیں کئے۔ جو آپ کرتے ہیں۔

دیگر مسلمانوں نے عرش کے معنے تخت کے کئے ہیں۔ اس لئے آپ کے معنے کیونکر تسلیم کئے جاسکتے ہیں؟

ڈاکٹر صاحب:۔ اس پر ڈاکٹر گوکل چند صاحب آریہ سماجی بلکہ سابق سیکرٹری آریہ سماج بول اُٹھے۔ کہ پنڈت جی آپ کا یہ اعتراض کہ انہوں نے معنے پہلے علماء کے خلاف کیا ہے۔ کوئی وزن نہیں رکھتا۔ کیونکہ آریہ سماج نے بھی بہت سے معنے پہلے علماء کے خلاف کئے ہیں۔ پس آپ اپنے معنوں کو ہی مستند پیش کرتے ہیں۔ اور دوسروں کے معنوں کے ذمہ دار نہیں ٹھہرتے۔ تو پھر آپ کا ڈاکٹر صاحب کے معنے کرنے پر اگر انہوں نے نئے کئے ہیں۔ یہ اعتراض کوئی وزن نہیں رکھتا۔ اور جیسا کہ ڈاکٹر صاحب اپنے معنوں کی صحت کا دعویٰ کرتے ہیں آپ ان کو غلط ثابت کردیں۔ کیونکہ یہ اپنے معنوں کی تائید میں قرآن شریف اور لغت کو پیش کرتے ہیں۔

آریہ:۔ نہیں نہیں مرزا صاحب نے کچھ معنے بھی بدلے ہیں۔ جو پہلے علماء نے نہیں کئے۔

احمدی:۔ پنڈت جی حضرت مرزا صاحبؑ نے کوئی نیا قرآن۔ نیا قرآنی محاورہ یا نئی شریعت نہیں بنائی۔ آپ نے کلام الٰہی کے جو معنے کئے ہیں۔ وہ محاورہ عرب اور لغت عرب کے مطابق کئے ہیں۔ اور سوامی دیانند نے بھی معنے کرنے کا یہی اصول لکھا ہے۔

اگر میں یہ کہوں۔ کہ سوامی دیانند نے وید منتروں کے جو معنے کئے ہیں۔ وہ مہیدھر۔ میکسمولر۔ سائنا شنکر و دیگر ودوانوں کے خلاف کئے ہیں۔ اس لئے ہم نہیں مانتے۔ تو آپ کیا جواب دیں گے۔ آپ یہی فرمائیں گے۔ کہ ہمارے کئے ہوئے معنوں کو غلط ثابت کرو۔ ہم مہیدھر وغیرہ کے معنے غلط مانتے ہیں۔ پس اگر آپ نے ہمارے کئے ہوئے معنے پہلے کسی عالم کے کئے ہوئے نہیں دیکھے تو اس سے آپ کوئی اعتراض نہیں کرسکتے۔ جب تک ان معنوں کو غلط ثابت نہ کردیں (دیگر معززین نے بھی پنڈت جی سے یہی کہا۔ تو پنڈت جی مجبور ہوگئے۔) میں نے ساتھ ہی یہ بھی عرض کیا۔ کہ اگر کسی مسلمان نے یہ معنے کئے ہیں۔ کہ خدا زمین آسمان پیدا کرنے کے بعد تخت پر بیٹھا۔ تو اس سے بھی یہ ظاہر ہے۔ کہ خدا ان پر حکمران ہوگیا ہے۔ جیسا کہ ہمارا محاورہ ہے۔ کہ تخت پر کون بادشاہ بیٹھا ہے۔ اس سے مراد یہ ہوتی ہے۔ کہ کون حکمران ہوا ہے۔ پس انہوں نے بھی اسی محاورہ کے ماتحت تخت پر بیٹھنا لکھا ہے۔ یہ کوئی اعتراض کی بات نہیں۔ یہ ہر زبان کا محاورہ ہے۔ چنانچہ اس پہ تمام حاضرین نے واہ واہ کی اور فرمایا۔ کہ واقعی کوئی بات قابل اعتراض نہیں ہے۔ اس پر پنڈت جی ساکت ہوگئے۔

(باقی آئندہ)

"زینت فقیر" کی جلوہ نمائی

دنیا میں ایسے رذیل اور پست فطرت لوگوں کی بھی کمی نہیں۔ جن کا اپنا دامن تو دنیا کے ہر قسم کی گندگیوں اور نجاستوں سے آلودہ ہے۔ لیکن اپنی حالت سے آنکھیں بند کرکے ہمیشہ دوسروں کو بہتان طرازیوں اور دروغ بافیوں کا نشانہ بناتے رہتے ہیں۔ تا لوگ ان کے جرم کو اسقدر اہم محسوس نہ کریں۔ ایسے کمینہ اشخاص کی فہرست میں اخبار "زمیندار" لاہور کے ساتھ تعلق رکھنے والوں کا نام سب سے اوپر ہے۔ یہ لوگ خود تو ایسی ایسی حرکات کے مرتکب ہوتے ہیں۔ کہ جن سے شرم و حیا سر پیٹ لیتی۔ اور شرافت و نجابت منہ چھپائے پھرتی ہے۔ مگر مشہور کبڑی عورت کے یہ مقلدین ہمیشہ دوسروں پر بہتان طرازی کرتے رہتے ہیں۔ تا ان کی تاریک و تار زندگی پر پردہ پڑا رہے۔ لیکن جس طرح اس عجوزہ کوژپشت کو خواہش میں ناکامی ہوئی تھی۔ اسی طرح انکے لئے بھی ابد تک نامراد ہی رہنا ازل سے مقدر ہوچکا ہے۔

پچھلے دنوں معاصر "انقلاب" نے ایک عدالتی اشتہار شائع کیا۔ جس میں بفضلہ تعالےٰ ملک معظم جارج پنجم حامی ملت و الدین کے الفاظ لکھے تھے۔ اگر کوئی نیک نیت اور شریف الطبع انسان ہوتا۔ تو اتنا سمجھ لینا اس کے لئے مشکل نہ تھا۔ اور بحیثیت اخبار نویس وہ اس سے ناواقف نہ ہو سکتا تھا۔ کہ کسی اخبار یا اس کے مدیر کو اشتہارات میں ترمیم یا تنسیخ یا تصرف کا حق نہیں ہوتا۔ اور اس لئے کسی اشتہار کے مضمون یا اس کی عبارت و انشاء کے لئے کسی اخبار کا صیغہ ادارت ذمہ دار نہیں ہو سکتا لیکن "زمیندار" کی شرافت ملاحظہ ہو۔ کہ اس معمولی سی بات کو لے اڑا۔ اور ان الفاظ کو بار بار اس غرض سے اخبار میں شائع کر رہا ہے۔ کہ "انقلاب" کو حکومت پرست ثابت کرکے پبلک کی نظروں سے گرایا جائے۔ تعجب ہے کہ وہ "زمیندار" جو حسب ذیل الفاظ میں اپنی انتہائی بے غیرتی اور حکومت پرستی کا بدترین مظاہرہ دنیا کے سامنے پیش کرچکا ہے۔

"اپنے شاہنشاہ اعلیٰ حضرت جارج خامس خلد اللہ ملکہم سے اس امید پر کہ کبھی تو ہماری التجا شرف پذیرائی حاصل کرسکے گی۔ یہ استدعا برابر کرتے رہیں گے۔ کہ حضور انور دس کروڑ مسلمانوں کے ولی نعمت ہونے کے اعتبار سے خود ایک بڑی سلطنت کے فرمانروا ہیں"

محض ایک اشتہار شائع کرنے کی وجہ سے "انقلاب" کے منہ آنے کی جرأت کیسے کر رہا ہے۔ کیا اس کی یہی وجہ نہیں۔ کہ یہ عجوزہ کوژپشت اسی خواہش میں تلملا رہی ہے۔ کہ کسی طرح دوسروں کی پیٹھیں کبڑی ہو جائیں۔ تا اس پر کوئی انگشت نمائی نہ کرسکے ورنہ یہ بات تو دنیا کا کوئی بھی عقلمند نہیں سمجھ سکتا۔ کہ ایسے خوشامدانہ الفاظ کے استعمال سے اگر "آقا حاجی" کی حریت پروری اور ظفر مندی میں فرق نہیں آیا۔ تو "انقلاب" ایک اشتہار کی اشاعت سے ہی "ٹوڈی" کیونکر بن گیا۔

ایک اور مثال ملاحظہ ہو۔ "آقائے [illegible] والئے "زمیندار" کے حریم ناز کے ساکنان کی سرگزشت ایک مدت سے اخبارات میں [illegible]

بن رہی ہیں۔ اور اصحابِ بصیرت کے لئے مرقع عبرت ہیں۔ اس نجیب الطرفین اور عالی خاندان کی ایک چشم و چراغ کا نام "زینت نقیر" ہے۔ جس نے اپنے زمانہ کارکردگی میں وہ وہ کارہائے نمایاں سرانجام دیئے ہیں۔ اور خدا تعالےٰ کی عطا کردہ نعمتوں کو اس فیاضی اور دریا دلی سے لٹایا۔ اور تشنگان ہ۔ کو سیراب کیا ہے۔ جس کی یاد تازہ رکھنے کے لئے آپ کے قدردانوں کی طرف سے "زینت نقیر" نام سے ایک اخبار جاری کرنے کا اعلان کیا گیا ہے۔ کیوں نہ ہو۔ اس اخبار نویس خاندان کی بہترین یادگار بھی ایک اخبار ہی ہو سکتا ہے۔

امید ہے۔ کہ آغائے ظفر علی خاں "زینت کی پیدائش میں جو معجزات رونما ہوئے وہ سب اور پھر زمانہ طفولیت کی سرگذشت نظم کر کے اہل ملک پر احسان فرمائینگے۔ کیونکہ دوسرے لوگ تو انہی خدمات سے آگاہ ہیں۔ جو اخبارات میں ایام جوانی کی یادگار کے طور پر ہمیشہ کے لئے محفوظ ہو چکی ہیں اور ابتدائی سوانح تو اُسی خوش بخت ہستی کو معلوم ہو سکتے ہیں جس کی گود میں اس نامدار وجود نے پرورش پائی۔ جس کی تربیت و تعلیم سے پروان چڑھی۔ اور جس کی صحبت سے استفادہ کر کے شہرت کے بلند ترین مقام پر جا پہنچی۔ اعلان کیا گیا ہے۔ کہ اس اخبار میں "اختر و زہرا" کا وہ دلآویز قصہ بھی بیان ہوگا۔ جس سے اہل دنیا پر ثابت ہو جائیگا۔ کہ ایں خانہ ہمہ آفتاب است"۔ ہمیں امید ہے۔ کہ اس سلسلہ میں ان واقعات پر بھی کچھ روشنی پڑ سکیگی۔ جن کی وجہ سے کوئی شریف اور عقلمند انسان "زمیندار امان اللہ فنڈ" میں چندہ دینے پر آمادہ نہیں۔

ادھر تو گھر کے بھیدی اس مشہور عالم خاندان کی عصمت کا تار تار کرنے اور اس کی دھجیاں فضائے آسمان میں اڑانے پر تلے ہوئے ہیں۔ اور چیلنج پر چیلنج دے رہے ہیں۔ کہ ان واقعات کو اگر ہمت ہو۔ تو غلط ثابت کر کے دکھاؤ۔ اُدھر ان لوگوں کی ڈھٹائی اور بے غیرتی ملاحظہ ہو۔ کہ کانوں میں روئی رکھ کر ایسے بیٹھے ہیں۔ کہ گویا مردہ اند۔ مجال کیا۔ جو ذرا بھی ٹس سے مس ہوں۔ اور اس طرف کا رُخ کر سکیں۔ لیکن اُسی عجوزہ کو زینت کی طرح دوسروں کو بھی اسی گند سے ملوث دکھانے کے لئے نہایت ہی بے ہودہ سرائی۔ گندہ دہانی اور بہتان طرازی سے کام لے رہے ہیں۔ چنانچہ ہمارے متعلق لکھا ہے:۔

"اسی طرح کابوس زدہ تنخو رات کا ایک جیش تیار کر کے اپنے آقاؤں کے حضور پیش کریں"

اے۔ بندہ خدا! اس جیش کا خیال چھوڑو اور اس جیش کو گھیر گھار کر اپنے حریم قدس میں محصور کرنے کی کوشش کرو۔ جو آپ کی پاکیزہ تربیت اور تعلیم کے باعث فنون جنگ کا ماہر ہو کر نگاہ ناز سے راہ چلتے اور بے قصور لوگوں کے ایمانوں پر ڈاکہ ڈالنے اور ان کی متاع دین کو غارت کرنے کے لئے مدت ہوئی آپ کے گھر سے نکلکر میدان جنگ میں آچکا ہے۔ (عکاس)

قادیان میں اندھوں کی تعلیم کا انتظام

مجلس مشاورت ۱۹۲۹ء کے موقعہ پر جو احباب شریک مشاورت تھے۔ انہوں نے نظارت ضیافت کی رپورٹ سنکر یہ معلوم کر لیا تھا۔ کہ اس سال خدا کے فضل و کرم سے نظارت ضیافت کی شاخ دار الشیوخ کے ماتحت نابیناؤں کے پڑھنے اور لکھنے اور مختلف ہنر سیکھنے کا انتظام کیا گیا ہے۔ اس رپورٹ میں یہ بھی تحریک کی گئی تھی۔ کہ احباب واپس جا کر احمدی غیر احمدی مسلم غیر مسلم نابیناؤں کو قادیان بھجوانے کی کوشش کریں۔ تاکہ وہ یہاں پڑھنے لکھنے کے علاوہ مختلف کام سیکھ کر اپنی معاش کا خود انتظام کر سکیں لیکن تا حال باہر سے کوئی نیا طالب علم نہیں آیا ابھی تک وہی لڑکے کام سیکھ رہے ہیں۔ جو پہلے سے سیکھتے تھے۔ [illegible] ان کے ذریعہ میں اس شاخ کے متعلق چند امور کی طرف احباب کو توجہ دلاتا ہوں۔

(۱) سب سے پہلے میں مذکورہ بالا تحریک کا اعادہ کر کے تمام احباب کی خدمت میں گذارش کرتا ہوں۔ کہ وہ اپنے اپنے علاقہ سے نیک چلن مستقل مزاج ایسے نابینا لڑکے اور جوان جو پڑھنے اور کام سیکھنے کے شوقین ہوں۔ اور کوئی بدنی بیماری سوائے نابینا ہونے کے ان کو نہ ہو۔ قادیان بھجوا دیں۔ اور مجھے ان کے بھیجنے کی پہلے اطلاع کر دیں۔ انشاء اللہ ان کے قیام و طعام و تعلیم کا انتظام ہو جاویگا۔

(۲) اس شاخ میں علاوہ اردو لکھنے پڑھنے اور حساب سکھانے کے کرسیاں ٹفن باسکٹ۔ کاؤنچ اور بعض اور چیزیں بید اور بانس سے بُننا سکھلایا جاتا ہے۔

(۳) ان نابیناؤں اور دار الشیوخ کے دوسرے یتامیٰ مساکین اور بیوگان کے پارچات کے لئے نہایت ضروری ہے۔ کہ احباب پوری توجہ سے کام لیں۔ اور اپنے بچوں کے مستعملہ پارچات جوتیاں اور بسترے وغیرہ ہر قسم کے کپڑے یہاں بھجوا دیں۔

(۴) عید۔ بقرعید۔ رمضان اور دیگر تقریبات پر یہاں کے یتیموں اور معذوروں کا خیال رکھیں اور شادی بیاہ اور دیگر خوشی کے موقعوں پر اپنی خوشی میں ان کی بے کسی کو نہ بھول جایا کریں۔

(سید محمد اسحاق ناظر ضیافت)

درخواست دعا

مکرمی بابو غلام محمد صاحب اختر لیگیج انسپکٹر ریلوے راولپنڈی کے متعلق گذشتہ فاروق میں دعا کیلئے احباب سے عرض کیا گیا تھا۔ کہ ان کی ترقی کے کاغذات بغرض منظوری افسران بالا کی خدمت میں گئے ہوئے ہیں۔ وہاں سے ابھی تک منظور ہو کر واپس نہیں آئے۔ اسلئے دوبارہ احباب کو اس امر کی تکلیف دیجاتی ہے۔ کہ اپنے ایک مخلص بھائی کی کامیابی کے لئے خاص توجہ سے یاد رکھ کر نمازوں میں دعا فرمائیں۔ کہ رب العزت اختر صاحب کو کامیاب و شاد کام فرماوے۔

پرنٹر - پبلشر

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ والسلام ایک انسان کی حیثیت میں

(از مکرمی جناب ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب انچارج
نور ہسپتال قادیان)

* * *

آنحضرت صلی اللہ علیہ والسلم ایک انسان تھے۔ جس طرح دوسرے انسان پیدا ہوتے ہیں۔ آپ بھی شکم مادر سے پیدا ہوئے۔ اور جس طرح دوسرے انسان کھانے پینے اور دوسری چیزوں کی احتیاج رکھتے ہیں۔ آپ بھی رکھتے تھے۔ آپ ایک مدت تک زندہ رہکر اس جہان سے گذر گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون

اللھم صلی علی محمدٍ و بارک وسلم انک حمید مجید۔

(۱) آپ کا قد میانہ تھا۔ بال سیاہ مگر کچھ سرخی مائل رنگ سفیدی مائل گندمی تھا۔ داڑھی گھنی اور خوشنما تھی۔ چہرہ گول اور خوبصورت تھا۔ آپ کے چلنے میں وقار تھا۔ مگر تیزی کے ساتھ قدم اٹھتا تھا۔ آپ کرتے اور تہبند وغیرہ لباس سے ہمیشہ اپنے جسم کو ڈھانپے رکھتے۔ آپ کا لباس سادہ قسم کا ہوتا تھا۔ آپ نے لنگوٹے وغیرہ قسم کا حیا شکن لباس کبھی نہ پہنا۔ کیونکہ آپ پر حیا غالب تھی۔ آپ نوجوان ہی تھے۔ ایک جگہ اینٹیں ڈھونے کا کام کر رہے تھے۔ کہ آپ کے چچا نے مذاقاً آپ کا تہبند کھول دیا۔ تو آپ شرم و حیا کی وجہ سے بیہوش ہو گئے۔ آپ نے کبھی بھی اپنے ہاتھ سے کسی نامحرم عورت کو نہ چھوا۔ اور نہ ہی آپ کی آنکھوں نے کبھی کسی کو ارادتاً دیکھا۔ کیونکہ یہ آپ کی پاک دامنی کا تقاضا تھا۔ آپ نے عورتوں کو پردے کا حکم دیا۔ اور مردوں کو غض بصر یعنی نظر کے نیچے رکھنے کا۔ نامحرم مرد و عورت کو ایک جگہ جمع ہونے سے منع کیا۔ اور ایک دوسرے کے گھروں میں بغیر اجازت داخل ہونے سے روکا۔ الغرض زنا اور مقدمات سے بچنے کی کامل اور مکمل تعلیم دی۔ باوجود رحیم کریم ہونے کے زنا کے مرتکبوں کو پوری پوری سزائیں دیں۔ بعض کو سنگسار کرنے کی سزا بھی دی۔ اس طرح پر ملک کی بے حیائی اور دیوثی کی ہیبت کو دور کر کے شرم و حیا عفت و پاکدامنی کی انسانیت کو قائم کیا۔ اللھم صلی علی محمد و بارک وسلم۔

(۲) روزی کمانے کے لئے آپ نے مختلف کام کئے بکریاں چرائیں اور تجارت کی۔ تجارت کی غرض سے نجد اور بحرین وغیرہ علاقوں میں کئی بار گئے۔ اور ہر دفعہ دیانت اور امانت اور خوش اسلوبی کے ساتھ آپ نے فرض کو ادا کیا۔ مکہ میں جن لوگوں کے ساتھ واسطہ پڑا وہ سب آپ کی تعریف میں رطب اللسان تھے۔ چنانچہ سائب ایک صحابی تھے۔ وہ جب اسلام لائے تو بعض لوگوں نے آنحضرت صلعم کے سامنے ان کی تعریف کی۔ آپ نے فرمایا "میں ان کو تم سے زیادہ جانتا ہوں" سائب نے عرض کی آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔ آپ ایک دفعہ تجارت میں میرے شریک تھے۔ اور آپ نے ہمیشہ نہایت صاف معاملہ رکھا۔ عبد اللہ بن ابی الحمساء ایک اور صحابی بیان کرتے ہیں۔ کہ بعثت سے پہلے آنحضرت صلعم کے ساتھ میں نے کوئی معاملہ کیا۔ مگر ابھی بات ختم نہ ہونے پائی تھی۔ کہ مجھے ایک طرف جانا پڑ گیا۔ جاتے ہوئے میں آپ سے عرض کر گیا کہ آپ ذرا ٹھیریں۔ میں ابھی آتا ہوں۔ مگر مجھے یہ وعدہ بھول گیا۔ اور تین دن گذر گئے۔ تیسرے دن جب میں وہاں گیا۔ تو آنحضرت صلعم وہاں کھڑے تھے۔ مگر آپ نے سوائے اس کے مجھے کچھ نہ کہا "تم نے مجھے تکلیف میں ڈالا۔ میں یہاں تین دن سے تمہاری انتظار میں ہوں"

آپ کی عمر ۲۵ سال کی تھی۔ کہ خدیجہ بنت خویلد نے آپ کو تجارتی مال دے کر شام کی طرف بھیجا۔ آپ نے نہایت دیانت داری سے کام کیا۔ اور خدا کے فضل سے آپ کو بہت نفع ہوا۔ الغرض آپ کی دیانت اور امانت کی وجہ سے مکہ والوں میں آپ کا نام امین مشہور ہو گیا تھا۔ ایسا معلوم دیتا ہے۔ کہ امانت اور دیانت آپ کا فطری خاصہ تھا۔ اور آپ کے نمونہ کی وجہ سے غداری دور ہو کر ملک میں دیانت اور امانت قائم ہو گئی۔ اللھم صلی علی محمد و بارک وسلم۔

(۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں یہ بات نہیں پائی جاتی۔ کہ آپ صلعم لوگوں کے ساتھ لڑائی جھگڑا اٹھان لیا کرتے تھے۔ آپ کا رویہ ہمیشہ صلحکارانہ رہا ہے۔ باوجودیکہ جنگ میں دشمنوں کو مارنا جائز ہوتا ہے۔ اور باوجودیکہ جنگ میں آپ پیشرو ہوتے تھے۔ لیکن آپ کے ہاتھوں خونریزی نہیں ہوئی۔ تیرہ سال تک آپ نے کفار مکہ سے دکھ اور تکلیف اٹھائے۔ مگر کبھی ان کے ساتھ فساد نہ کیا۔ یہاں تک کہ آپ کو اپنا وطن بھی چھوڑنا پڑا۔ لیکن جب اہل مکہ نے مدینہ تک آپ کا پیچھا کیا۔ تو پھر آپ نے مدافعتی جنگوں کا سلسلہ شروع کیا۔ اور اس طرح پر شریروں کی شرارت کا خاتمہ کر کے ملک کی غداری کو صلحکاری میں منتقل کر دیا۔ اور ہمسایہ قوموں بلکہ تمام دنیا کی قوموں کے ساتھ صلح کی بنیاد اس طریق پر ڈالدی۔ کہ آپ نے اپنی امت کے لوگوں کو یہ تعلیم دی۔ کہ دنیا کی تمام امتوں میں راہ ہدایت دکھانے والے مختلف جگہوں پر آئے ہیں۔ پس ان کے نام عزت سے لینا۔ پھر یہ تعلیم دی۔ کہ ان کے معبودوں کو بھی خواہ وہ کیسے ہی ہوں گالی نہ دینا۔ پس اس تعلیم کے ذریعہ آپ تمام دنیا کے صلحکار ہو گئے۔

اللھم صلی علی محمد۔

(۴) آپ لوگوں سے ہمیشہ وہ باتیں کہتے جو واقعی ٹھیک ہوتی تھیں۔ ان سے کبھی ٹھٹھا نہ کرتے۔ کبھی کسی پر عیب نہ لگاتے۔ اور نہ کسی کا برا نام رکھتے۔ کبھی کسی کو گالی نہ دی۔ اور نہ بہتان لگایا۔ پس آپ بھلی بات کہنے والے انسان تھے۔ اللھم صلی علی محمد و بارک وسلم۔

(۵) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک اعرابی آیا اور کچھ سوال کرتے ہوئے آپ کی چادر اس زور سے کھینچی۔ کہ آپ کی گردن پر رگڑ کا نشان پیدا ہو گیا۔ باوجودیکہ آپ کی ایک سردار کی حیثیت تھی۔ ایک دہقانی کی ایسی کارروائی پر جو سلوک ہونا چاہیے تھا۔ وہ ہر عقلمند سمجھ سکتا ہے۔ لیکن آنحضرت نہ صرف اس کو کچھ بھی نہیں کہتے۔ بلکہ اس کے سوال

کو پورا کرتے ہوئے۔ اس کو کچھ مال دیدیتے ہیں۔

ایک دفعہ ایک یہودی نے آپ سے اپنا قرض طلب کرتے ہوئے آپ سے اُسی طرح سخت کلامی کی جس طرح کسی معمولی نادہند آدمی سے کیا کرتے ہیں۔ حالانکہ میعاد قرضہ کی ابھی تین چوتھائی باقی تھی۔ اس کے اس سلوک پر حضرت عمرؓ نے اس کو ڈانٹنا شروع کیا۔ تو آنحضرتؐ نے ان کو منع فرمایا۔ اور مسکراتے ہوئے کہا۔ کہ اے عمر یہ بہتر تھا۔ کہ تم مجھے بہتر ادا کرنے کے لئے کہتے اور اس کو بہتر مانگنے کے لئے۔ پس آپؐ نے اصل قرض سے کچھ زائد دیکر اُس کو رخصت کیا۔

ایک سفر کے دوران میں آرام کی غرض سے آپؐ ایک درخت کے نیچے لیٹے ہوئے تھے۔ ایک پیچھے لگے ہوئے دشمن نے موقعہ پاکر آپؐ کی درخت سے لٹکی ہوئی تلوار کو سنبھال کر آپؐ کی چھاتی پر جا بیٹھا۔ اور تلوار کھینچکر کہنے لگا۔ کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تجھے اب کون بچا سکتا ہے۔ تیری جان کا اب میرے ہاتھ سے خاتمہ ہے۔ آپؐ نے بڑے استقلال سے فرمایا "اللہ" اس کا وہ رعب دشمن پڑا۔ کہ اس کے ہاتھ کانپنے لگے۔ اور تلوار چھوٹ کر زمین پر گر پڑی۔ آپؐ اُٹھے اور تلوار سنبھال کر اُس سے مخاطب کیا۔ کہ تجھے اب کون بچا سکتا ہے اُس نے آپؐ سے ہی رحم چاہا۔ آپؐ نے اس کو چھوڑ دیا۔

کفار مکہ نے جس قسم کے دکھ اور اذیتیں آنحضرتؐ اور آپؐ کے صحابہ کو پہنچائیں۔ اور سالہا سال تک پہنچائیں۔ اور پھر گھر بار چھوڑ دینے پر بھی آپؐ کا پیچھا جاری رکھا۔ لیکن فتح مکہ کے وقت جبکہ خود کفار اپنے ساتھ بُرے سے بُرے سلوک کا انتظار کر رہے تھے۔ آپؐ نے لا تثریب علیکم الیوم یعنی آج تم پر کوئی مواخذہ نہیں کہکر سب کو معاف کر دیا۔ حدیث میں آتا ہے۔ ما انتقم لنفسہٖ قطّ یعنی آپؐ کے نفس نے کبھی کسی سے بدلہ نہیں لیا۔ آپؐ کے عفو و درگذر کا ہمیشہ ہی اچھا نتیجہ نکلتا رہا۔ آپؐ کے اس نمونہ سے عرب کے لوگوں کی حیوانیت کے درجہ والی انتقامی فطرت عفو کی نیک انسانی سرشت کے ساتھ بدل گئی۔ اور آپؐ کے ذریعہ ہی کل روئے دنیا کے لئے عفو و انتظام کے بارہ میں لاثانی ہدایت نامہ اللہ تعالےٰ نے عطا فرمایا۔ جیسا قرآن کریم میں آتا ہے۔ والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس۔ جزاء سیئۃ سیئۃ مثلھا فمن عفی و اصلح فاجرہ علی اللہ۔ یعنی نیک آدمی وہ ہیں۔ جو غصہ کھا جانے کے محل پر غصہ کھا جاتے ہیں۔ اور بخشنے کے مقام پر گناہ کو بخشتے ہیں۔ بدی کی سزا بقدر بدی ہے۔ جو کی گئی ہو۔ لیکن جو شخص گناہ کو بخش دے۔ اور ایسے موقعہ پر بخشے کہ اُس سے اصلاح ہوتی ہے۔ کوئی شر پیدا نہ ہوتا ہو یعنی عین عفو کے محل پر ہو نہ غیر محل پر۔ تو اُس کا وہ بدلہ پائیگا۔ پس ایسی روشن تعلیم کے ذریعہ تمام دنیا کی انسانیت میں نمایاں ترقی ہوئی۔ اللھم صلے علےٰ محمد و بارک وسلم۔

(۶) ایک عورت کے چوری کرنے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ کاٹنے کی سزا تجویز کی۔ تو اُس کے قبیلہ کے بڑے بڑے سردار آپؐ کے پاس سفارش لائے۔ آپؐ نے فرمایا۔ کہ اگر میری بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی۔ تو اُس کو بھی میں یہی سزا دیتا۔ آپؐ نے ایک اعلان فرمایا۔ کہ اگر کسی کا کوئی حق مجھ پر ہو۔ تو آج مجھ سے لے سکتا ہے۔ آپؐ سے اگر کسی نے کوئی نیکی کی۔ تو آپؐ نے ہمیشہ اُس سے بڑھ کر اُس کے ساتھ سلوک کیا۔ آپؐ کا ہمسایوں کے ساتھ ایسا محسنانہ سلوک تھا گویا ایسا معلوم دیتا تھا۔ کہ شاید ہمسایہ بھی آپ کی وراثت کے حقدار ہو جائیں۔ حضرت عائشہؓ سے آپؐ کے گھر کے اندر کے شغل کے متعلق پوچھا گیا۔ تو انہوں نے کہا۔ کہ جب تک گھر میں رہتے کام کاج میں گھر والوں کا ہاتھ بٹاتے تھے۔ جب نماز کا وقت ہوتا۔ باہر تشریف لے جاتے۔

آنحضرتؐ نے ایک جگہ سے گذرتے ہوئے ایک اونٹ کو دیکھا جو بلبلایا۔ اور اُس کے آنسو نکل آئے آپؐ اس کے پاس گئے۔ اور اس کے کوہان اور کان کے پیچھے ہاتھ پھیرا۔ جس سے وہ خاموش ہو گیا۔ پھر آپؐ نے اُونٹ والے سے فرمایا۔ کہ تجھے اس جانور کے بارہ میں خوف نہیں آتا۔ دیکھ یہ میرے پاس تیری شکایت کرتا ہے۔ کہ تو اُسے بھوکا رکھتا ہے۔ اور تکلیف سے رکھتا ہے۔ آنحضرت کے اصحاب کسی پڑاؤ پہنچکر نماز پیچھے پڑھتے تھے۔ پہلے جانوروں کی کاٹھیاں وغیرہ اُتار کر ان کو آرام کے لئے چھوڑ دیتے تھے۔

آپؐ کی دودھ پلائی حلیمہ ایک قحط والے سال میں مکہ میں آئی۔ آپؐ نے اپنی بیوی خدیجہؓ سے ایک اونٹ اور چالیس بھیڑیں دلوا دیں۔ ایک شخص کے سوال کرنے پر یہ کہکر کہ تمام مال اللہ ہی کا ہے ایک اونٹ جو کا اور ایک کھجور کا دیدیا۔ ایک شخص کے سوال کرنے پر دو پہاڑوں کے درمیان جمع شدہ بھیڑیں اُس کو عطا فرما دیں۔ آپؐ نے سچے اور واحد خدا کی توحید منوانے اور شرک سے لوگوں کو بچانے میں ہر قسم کی کوشش کی۔ اور لاانتہا مصائب اٹھائے۔ اس کام سے عزیز تر کام ان کے نزدیک کوئی نہ تھا۔ اور اس نیکی کے برابر آپؐ کے نزدیک کوئی چیز قیمتی نہ تھی۔ نتیجہ یہ تھا۔ کہ تمام عرب شرک کے ظلم و جہل سے پاک ہو گیا۔ آپؐ نے لوگوں میں علم سیکھنے کی روح پھونکی۔ آپؐ نے قومی امتیازات کو مٹا کر مساوات کو قائم کیا۔ آپؐ نے جنگ کے حدود قائم کر کے مخلوق خدا پر ظلم کے سلسلہ کو بند کیا۔ آپؐ نے ظالموں پر ان کے ظلم کی سزا دینے کے موقعہ پر زیادتی کرنے سے منع فرمایا۔ الغرض آپؐ کے ذریعہ عدل و انصاف قائم ہوا۔ احسان کی نیکی روح ملک میں پھونکی گئی۔ اور آپؐ مجسم خیر ہونے کی وجہ سے اور مخلوق خدا کے ساتھ مادرانہ ہمدردی کے باعث تمام دنیا کے ہادی ٹھہرے۔ آپؐ کی ہمدردی خلائق کی تصدیق اللہ تعالےٰ یوں فرماتا ہے۔ لعلک باخع نفسک الا یکونوا مومنین۔ اللھم صلے علےٰ محمد و بارک وسلم۔

(۷) آنحضرتؐ نے بہت سے جنگوں میں حصہ لیا۔ دشمن کی بڑی بڑی طاقتوں کو دیکھتے ہوئے بھی کبھی نہ

گھبرائے ہوں پیچھے ہٹنے کا نام نہ لیا۔ آپ کی دلیری فخریہ طور پر نہ تھی۔ بلکہ شر کو دور کرنے کے لئے تھی۔ آپؐ نے کبھی بھی جاہلانہ طریق پر پیش قدمی نہ کی۔ حق و حکمت کے ماتحت آگے بڑھے یا پیچھے ہٹے ؛

(۸) آنحضرتؐ نے ایک روز پہاڑی پر چڑھ کر اپنی رسالت کا کھلا کھلا اعلان کیا۔ اور لوگوں کو اس طرح پر مخاطب کیا۔ کہ اے لوگو! اگر میں تم کو یہ کہوں۔ کہ اس پہاڑی کی دوسری طرف دشمن کی فوج پڑی ہے۔ اور تم کو ہلاک کرنے والی ہے۔ تو کیا تم یقین کرو گے۔ سب نے کہا۔ ہاں کیونکہ آپؐ نے عمر بھر میں کبھی جھوٹ نہیں بولا اور آپؐ امین اور صادق ہیں۔ ایک دفعہ ابوجہل جیسے دشمن نے آپؐ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ کہ ہم تجھ کو جھوٹا نہیں کہتے۔ بلکہ اس چیز کو جھٹلاتے ہیں۔ جو تو لایا ہے۔ ابوسفیان شہنشاہ روم کے سامنے پیش ہوا۔ تو ہرقل نے اس سے آنحضرتؐ کے بارہ میں پوچھا۔ کہ کیا تم نے اس دعویٰ پر اس کا کوئی جھوٹ دیکھا۔ اس کا جواب اس نے نفی میں دیا۔

(۹) آپ کئی بار کئی کئی مہینوں کے لگاتار روزے رکھتے۔ کھانے پینے کی کچھ پرواہ نہ ہوتی۔ دنیا کے لالچوں حرص و ہوا سے الگ ہو کر اپنے رب محسن کا ذکر غاروں میں جا جا کر کیا کرتے۔ باوجودیکہ آپؐ کے پاس کثرت سے مال آتا تھا۔ آپ تمام کا تمام باہر ہی خرچ کر کے خالی ہاتھ گھر میں جاتے اور تنگی اور ترشی کے ساتھ گذارہ کرتے۔ یہاں تک کہ بعض اوقات کئی کئی مہینے چولہے میں آگ نہ پڑتی۔ صرف کھجوروں پر ہی گذارہ کر لیتے تھے۔ آپؐ کی بہت سی اولاد فوت ہوئی۔ آپؐ نے ان کی جدائی پر بشری صفت کے ماتحت کبھی آنسو تو بہائے۔ لیکن کبھی جزع فزع نہ کی۔ کفار مکہ سے ۱۳ سال تک سخت دکھ اٹھائے۔ مگر آپؐ نے کار خیر کو ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ آپؐ کی اس طرز کی صبر و استقلال کی زندگی سے ملک میں حرص و ہوا دور ہو کر صبر و سکون قائم ہوا۔ اور آپؐ کے ذریعہ سے تمام دنیا کے لئے نہایت قیمتی ہدایت صبر و استقلال کی بھیجی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے۔ ولنبلونکم بشیء من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمرات وبشر الصابرین الذین اذا اصابتہم مصیبۃ قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اولئک علیہم صلوٰت من ربہم ورحمۃ واولئک ہم المہتدون۔ یعنی اے مومنو! ہم تمہیں اس طرح پر آزماتے رہیں گے۔ کہ کبھی کوئی خوفناک حالت تم پر طاری ہوگی۔ اور کبھی فقر و فاقہ تمہارے شامل حال ہوگا۔ اور کبھی تمہارا مالی نقصان ہوگا۔ اور کبھی جانوں پر آفت آئیگی۔ اور کبھی اپنی محنتوں میں ناکام رہو گے۔ اور تمہاری منشاء کے مطابق کوششوں کے نتیجے نہ نکلیں گے۔ اور کبھی تمہاری پیاری اولاد مریگی۔ پس ان لوگوں کو خوشخبری ہو۔ کہ جب ان کو کوئی مصیبت پہنچے۔ تو وہ کہتے ہیں۔ کہ ہم خدا کی چیزیں اور اس کی امانتیں اور اس کے مملوک ہیں۔ پس حق یہی ہے۔ کہ جس کی امانت ہے۔ اس کی طرف رجوع کرے۔ یہی لوگ ہیں جن پر خدا کی رحمتیں ہیں۔ جو خدا کی راہ کو پا گئے۔ اللہم صل علی محمد و بارک وسلم ؛

(۱۰) دنیا میں اکثر لوگ جو کام کرتے ہیں۔ ان کو اگر بنظر غور دیکھا جائے۔ تو ان کا اکثر سرزد ہونا ان کے نفس کے تقاضے پر ہوگا۔ جیسا کہ ایک جاندار کو جب پیاس لگتی ہے۔ وہ پانی کی طرف چل پڑتا ہے۔ ایسا ہی بعض لوگ جن کو دولت یا حکومت یا عزت کی خواہش ہوتی ہے۔ وہ بسا اوقات بہت کچھ قربانی کرتے اور صبر و سکون دکھلاتے ہیں۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام چھوٹے بڑے افعال حتی کہ اٹھنا بیٹھنا کھانا اور پینا بھی ایک مقصد عظیم کے ساتھ وابستہ تھے۔ وہ مقصد عظیم اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنا تھا۔

دنیا میں لاکھوں کروڑوں آدمی پیدا ہوئے اور اس دنیا سے گذر گئے۔ کروڑ در کروڑ پیدا ہونگے اور گذر جائیں گے۔ لیکن جو پاک سیرت اور جو پاک نمونہ ہمارے پیارے محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوڑا۔ جو نقش قدم آپؐ نے اس صفحہ عالم پر چھوڑا جو نقشہ اس روئے زمین پر آپؐ نے پیدا کی۔ اور جو کمالات انسانی آپؐ نے دکھلائے۔ اور جس حق عبودیت کو آپؐ نے رب کے حضور۔ ہاں، تمام جہانوں کے رب کے حضور آپؐ نے ادا کیا۔ وہ آپؐ کے ساتھ ہی خاص تھا۔ وہ اس بات کا متقاضی ہے۔ کہ تمام مخلوق انسانی ازل سے ابد تک کی دل سے آپؐ کے شکریہ کے رنگ میں آپؐ پر درود اور سلام بھیجے۔ اللھم صلے علی محمد و بارک وسلم انک حمید مجید ؛

انسان پر جو انعامات خداوند عالم نے کئے ہیں۔ جو بادشاہی جو برتری اس مخلوق کو دوسری مخلوق پر دی ہے۔ اور جس طرح پر ذرہ ذرہ کائنات عالم کو اس جنس انسانی کی خدمت میں لگایا ہے۔ اور جس جس طرح پر اس کی غیر متناہی ترقی کے سامان اس نے پیدا کئے ہیں۔ یہ تمام احسانات اس قسم کے شکریے اور اس قسم کی عبودیت کو لازم کرتے ہیں۔ کہ جس سے عہدہ برآئی ناممکن ہے۔ ہمارے پیارے محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے حضور وہ رنگ عبودیت کا پکڑا۔ کہ اس ذات بے نیاز کے محبوب بن گئے۔ اور اس طرح نسل انسان کو اللہ رب رحمن رحیم کے حضور شرمندہ ہونے سے بچا لیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے ایسا نمونہ عبودیت دکھلانے اور اس قدر قریب ہو جانے کی وجہ سے مخلوق انسانی کو یہ خوشخبری آپؐ کے ذریعہ سے سنوا دی۔ کہ اے مخلوق انسانی تمہارا سردار ہم تک اس رنگ میں پہنچا ہے۔ کہ ہم خوش ہیں۔ اور ہم یہ حکم دیتے ہیں۔ کہ تمہیں یہ منادی دے۔ ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ۔ یعنے اے لوگو اگر تم اللہ کے ساتھ محبت کرتے ہو۔ تو آؤ میرے پیچھے ہو لو۔ اور میری راہ پر چلو۔ تو خدا بھی تم سے پیار کرے۔ اللھم صلے علی محمد و علی اصحابہ علی آلہ محمد کما صلیت علی ابراھیم وعلی آل ابراھیم انک حمید مجید ؛

اعلان

[illegible]

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ

بمفت ایں اجر نصرت را دہندت اے اخی ورنہ
قضائے آسماں است ایں بہر حالت شود پیدا

محبانِ رسولِ عربی صلی اللہ علیہ وسلم
کا
یوم امتحان

۲؍ جون ۱۹۲۹ء کے جلسوں کا انعقاد

⁂

شیطان اور اس کی ذریت کے لئے وہ گھڑی ماتم کا وقت تھا۔ جب پاکوں کا سردار، نبیوں کا سرتاج اور جملہ برگزیدوں کا امام نسلِ آدم کی نجات کے لئے فاران کی وادیوں سے جلوہ گر ہوا۔ اس کی ضو فشانی نے شیطانی ظلمت کدہ کو بقعۂ نور بنا دیا۔ اور وہ طاغوتی اسیروں کے لئے رستگاری کا موجب ہوا۔ یہی وجہ تھی۔ کہ شیطان نے سب سے بڑھ کر ہمارے ہی سید و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی۔ اور آپ کے لگائے ہوئے پودے کو کچلنا چاہا مگر وہ پودا بڑھتا۔ اور لاکھوں کروڑوں انسان اس کے سایہ تلے پناہ گزیں ہوئے۔ شیطان نے بار بار کوشش کی کہ خدا کا وہ مقدس جسے اس نے "محمدؐ" (بار بار اور بکثرت تعریف کیا گیا) صلی اللہ علیہ وسلم قرار دیا تھا۔ وہ اہلِ دنیا کی نظر میں قابلِ مذمت قرار پائے مگر وہ ہمیشہ ہی ناکام رہا۔ اور النبی الامی کی حمد و ثنا چار دانگ عالم میں پھیل گئی۔ اور آپ کے مدح خواں بڑھتے گئے۔ حتیٰ کہ آج یہ فضیلت صرف سرورِ کائنات محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی حاصل ہے۔ کہ دن اور رات کی ہر گھڑی اور پھر ہر ملک کے تمام گوشوں میں آپ پر درود و سلام بھیجا جاتا ہے۔ اور آپ کی حمد کے ترانے گائے جاتے ہیں اور ضرور تھا۔ کہ ایسا ہوتا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کے اسم گرامی (محمدؐ) میں ہی یہ پیشگوئی کر دی تھی۔ کہ آپ کی بار بار تعریف کی جائیگی۔

ہمارے زمانہ میں شیطان کے بعض مظہروں نے اس آفتابِ روحانیت کے خلاف زہریلا لٹریچر شائع کرنا اپنے لئے ایک دل پسند شغل اختیار کر لیا ہے۔ اور اس مقدس کی شان میں بدزبانی و گستاخی ان کا شیوہ بن گیا ہے۔ وہ لوگ خدائے غیور کی سزا پائیں گے اور پا رہے ہیں۔ مگر کیا اس بارہ میں محبانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی ذمہ واری عائد نہیں ہوتی؟ اور عشق محمدی کے دعویداروں کا کچھ بھی فرض نہیں؟ اگر غور کیا جائے۔ تو ایسے نازک اور خطرناک وقت میں مسلمانوں کی ذمہ داری بہت بڑی ہے۔ اور ان کی سرگرمی اور جدوجہد کا یہی وقت ہے ؎

زمانہ اگر ہم سے زور آزما ہے
تو وقت اے عزیزو یہی زور کا ہے

کیا اس سے بڑھ کر بھی مقامِ غیرت ہو سکتا ہے۔ کہ دشمن تو اپنی دشمنی میں آگے ہی بڑھتا جائے۔ اور اس سراپا تقدس کی سب و شتم سے باز نہ آئے مگر ہم جو اس کے کلمہ گو ہیں۔ اس کے عشق کا دعویٰ رکھتے ہیں۔ اس کی محبت کا دم بھرتے ہیں۔ اپنے اظہارِ عقیدت میں نہ صرف خاموش رہیں بلکہ دشمن کی بڑھتی ہوئی کینہ توز شرارت کو پھیلنے کا موقعہ دیکر اس کو بدنام کرنے والے بنیں؟ افسوس صد افسوس ؎

تیر بر معصوم میبارد خبیثِ بدگہر
آسماں را مے سزد گر سنگ بارد بر زمیں

ان حالات میں حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے تمام مسلمانوں کے سامنے ایک نہایت ہی مفید تجویز پیش فرمائی۔ آپ نے تمام مسلمان کہلانے والوں کو دعوت دی۔ کہ سب مل کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے احسانات آپ کی قربانیوں اور دیگر پاکیزہ خصائل کا عام مجالس میں ذکر کریں" تا مسلمانوں کو اس "دُرِ یتیم" کی قدر و قیمت معلوم ہو اور ان میں آپ کے نام کی اشاعت کے لئے ایثار و قربانی کا مادہ پیدا ہو۔ آپ نے اس تحریک کو محض مسلمانوں سے مخصوص نہ فرمایا۔ بلکہ ہر شریف اور دیانتدار غیر مسلم سے بھی اس تحریک کی خوش آمدید کے لئے اپیل کی۔ تاکہ ملک میں امن و امان قائم ہو۔ الحمد للہ کہ یہ تحریک مقبولِ عام ہوئی۔ اور گذشتہ سال سترہ جون کے بے نظیر جلسوں نے ملک کی فضا کو بہت حد تک درست کر دیا۔ اگرچہ یہ تحریک کسی مسلمان کہلانے والے کے لئے باعث اختلاف نہیں بن سکتی۔ مگر بعض بدقسمت اور اسلام کے چھپے ہوئے دشمنوں نے اس کی مخالفت کی۔ اور ناکام رہے۔ ان لوگوں کا ذکر کرتے ہوئے ایڈیٹر صاحب اخبار مشرق گورکھپور نے لکھا تھا:۔

"جن اصحاب نے اس موقعہ (تحریک ۱۷؍ جون) پر تفریق و فتنہ پردازی کے لئے پوسٹر لکھے اور تقریریں لکھ کر ہمارے پاس بھیجیں۔ وہ بہت احمق ہیں" (۲۱؍ جون ۱۹۲۹ء)

امرتسر کے اخبار تنظیم نے لکھا:۔

"مخالفین نے اس موقعہ (تحریک ۱۷؍ جون) پر جن سفیہانہ حرکات کا ارتکاب کیا۔ اور جس بدتہذیبی بدخصالی۔ بدطینتی اور بے غیرتی کا ثبوت دیا۔ وہ باعث صد ننگ و عار ہے۔ یہ بے حمیت اور بے غیرت افراد نہ خود کچھ کرتے ہیں۔ اور نہ دوسروں کو کرنے دیتے ہیں۔ ... ہمارا سر شرم سے جھک جاتا ہے۔ جب ہم ان علمبرداران دین کے اخلاق کے یہ دلدوز مظاہر دیکھتے اور عرقِ انفعال میں ڈوبتے ہیں۔ تمہیں مرزائیوں سے کد تھی۔ یا ذکر حبیب سے؟" (۲۱؍ جون ۱۹۲۸ء)

مندرجہ بالا اقتباس میں ان لوگوں کو سخت الفاظ سے یاد کیا گیا ہے لیکن وہ اسی کے مستحق تھے۔ بھلا ایک مسلمان کہلانے والے کے لئے اس سے بڑھ کر کیا شرمناک حرکت ہو سکتی ہے۔ کہ رسول مقبول صلعم کے ذکر پاک کو روکنے کی کوشش کرے۔ گذشتہ سال کی طرح اس سال بھی ۲؍ جون ۱۹۲۹ء کو اسی قسم

کے جلسے منعقد ہونے والے ہیں۔ اور یہ دن "عشاق محمدؐ" کے لئے امتحان کا دن ہوگا۔ اگرچہ اس سال کوئی مخالفت نہیں اور ہونی بھی نہیں چاہیئے۔ لیکن مومن کو شیطان کے وساوس سے ہر وقت اللہ تعالےٰ کی پناہ چاہیئے۔ جیسا کہ مجھے ابھی معلوم ہوا ہے۔ شائد اس سال بھی بعض کمینہ طبع اس قسم کے حرکات کریں گے۔ اس لئے مسلمانوں کو پہلے سے ہوشیار رہنا چاہیئے۔ یہ کوئی مخفی بات نہیں۔ کہ مسلمان کہلانے والے مختلف فرقوں میں منقسم ہیں۔ اور ان میں بعض موقعوں پر شدید اختلاف بھی ہے۔ مولوی محی الدین صاحب قصوری نے صاف طور پر لکھا ہے:۔

"ہر جماعت اپنے عقائد و اعمال کو اسلام کے عقائد و اعمال یقین کرتی ہے۔ کل حزب بما لدیھم فرحون۔ یہ اگر غلطی ہے۔ تو اس غلطی کا میں بھی گنہگار ہوں" (زمیندار ۱۶ جون ۱۹۲۸ء)

اب اگر کوئی نادان دشمن ۲ جون کے جلسوں میں روڑا اٹکانے کے لئے "فرقہ بندی" کا ڈھونگ رچاتا ہے۔ تو یقیناً "باعث صد ننگ و عار" ہے۔ بھائیوں میں اختلاف ہو سکتا ہے۔ مگر اس سے بڑھ کر کیا بے غیرتی اور دیوثی ہوگی۔ کہ باپ کی عزت کا سوال ہو۔ دشمن باپ کی تذلیل کے لئے کوشاں ہو۔ مگر یہ بے حمیت بیٹے اپنے گھریلو جھگڑوں میں ہی الجھے رہیں۔ رسول مقبولؐ کی ذات بابرکات ہر مسلم کے لئے یکساں طور پر قابل احترام و باعث افتخار ہے۔ اس مشترکہ ذمہ واری کی ادائیگی کے لئے شیعہ سنی یا احمدی و اہلحدیث کا سوال اٹھانا ہی فضول ہے۔ مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری نے تو یہاں تک لکھ دیا ہے:۔

"ہم ان دونوں جماعتوں (احناف دیوبند و اہلحدیث) کو بالکل متحد دیکھنا چاہتے ہیں۔ لیکن اس بات کے ماننے میں ہمیں تامل ہے۔ کہ ان دو جماعتوں میں اختلاف اصولی نہیں۔ کیونکہ وجوب تقلید و عدم تقلید خود اصولی اختلاف ہے" (اہلحدیث ۲۲ جون ۱۹۲۸ء)

گویا آپ کے نزدیک باوجودیکہ ان دو جماعتوں میں اصولی اختلاف ہے۔ تاہم ان کو متحد ہونا چاہیئے۔ پھر کس قدر حیرت کی بات ہوگی۔ اگر سب فرقوں والے آنحضرت صلعم کی تعریف و توصیف میں شامل نہ ہوں۔ یقیناً یاد رکھیئے۔ کہ جب ازل سے ہی خداوند تعالےٰ نے آپؐ کا نام "محمدؐ" قرار دیا ہے۔ تو آپؐ کی ضرور حمد و ثنا کی جائیگی۔ مگر بد قسمت ہیں وہ لوگ جو اس سعادت سے محروم رہیں۔ ورنہ یہ تعریف ہمارے لئے ہی موجب فخر ہے۔ آنحضرتؐ کی ذات ہماری تعریف کی محتاج نہیں ؎

او چہ مے دارد بمدح کس نیاز
مدحت او فخر ہر مدحت گرے

آپ کو یہ دھوکہ نہ دیا جائے۔ کہ یہ مقدس تحریک نعوذ باللہ ریزرو فنڈ کی وصولی کے لئے جاری کی گئی ہے۔ یہ ایک شیطانی دھوکہ ہے۔ وہ ہر رنگ میں نیک کام سے روکتا ہے۔ بین کم الفرق۔ اس تحریک کا ریزرو فنڈ سے کوئی تعلق نہیں۔ اور نہ وہ مد نظر ہے۔ جیسا کہ گذشتہ سال کے ۱۷ جون کے جلسوں سے ظاہر ہے۔ ہاں وہ مستقل فنڈ ہے تا کہ محض مشترکہ اصول اسلام کی اشاعت کے لئے مشترکہ سرمایہ جمع کیا جاوے وبس۔ اور اس کے لئے مسلمانوں کو خود غور کرنا پڑیگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کو چند ہزار روپوں کے مقابل بیان کرنا بھی انتہائی دنائت ہے۔ جس کے تصور کی بھی کسی مسلمان سے توقع نہیں ہوسکتی۔ کجا آنحضرت صلعم کا ذکر خیر کجا ریزرو فنڈ؟

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

مگر شیطان کو تو نیکی سے محروم رکھنا مقصود ہے۔ بالآخر میں آپ سے اسی مقدس ذات کا واسطہ دیکر اپیل کرتا ہوں۔ جس کی شفاعت کے آپ امیدوار ہیں۔ جس نے امت کی خاطر نیند کو اپنے اوپر حرام کر لیا۔ اور وہ ہمیشہ اس کی خاطر مصروف آہ و بکا رہا جس نے خود اور جس کے صحابہ نے اسلام جیسی نعمت ہم تک پہنچانے میں جان، مال، عزت، وطن اور آرام [illegible] کو قربان کر دیا۔ کہ اگر آپ اور کچھ نہیں کر سکتے۔ تو کم از کم ۲ جون کے جلسوں کو تو پر رونق بنانے میں جد و جہد فرمائیں۔ تا آپ ثواب بھی حاصل کریں۔ اور خدا کا قرب بھی پائیں۔ اور دشمنان اسلام کو یہ معلوم ہو جائے۔ کہ آنحضرت صلعم کے عاشقوں میں وہی جوش، اخلاص اور محبت موجود ہے۔ اس لئے انہیں آپؐ کی ذات کو دشنام دہی سے باز کرنا چاہیئے۔ اللہ تعالےٰ آپ کو توفیق بخشے۔ آمین۔ اگر آپ نے خدانخواستہ اس مبارک موقعہ کو ہاتھ سے کھو دیا۔ تو یاد رکھیئے۔ کہ خدا کے کام تو ہو کر ہی رہینگے آپ یونہی محروم رہ جائینگے۔ سچ ہے ؎

بمنت ایں اجر نصرت را دہندت اے اخی ورنہ
قضائے آسماں ست ایں بہر حالت شود پیدا

(خاکسار اللہ دتا جالندھری سکرٹری تالیف مقامی مجلس منتظمہ قادیان ۱۲ مئی ۱۹۲۹ء)

ہندو آنّا اور مسلمان بچّہ

⁂

اخبار "پیغام صلح" لاہور کے تازہ پرچہ میں "طفلانہ پس روی" کے عنوان سے ایک مضمون ہندوؤں اور مسلمانوں کے موجودہ طرز عمل اور تقسیم کار اور تحریکات باہمی کے آغاز و انجام پر شائع ہوا ہے۔ جو نہایت مفید ہے۔ اس لئے اس کو میں ناظرین فاروق کی دلچسپی کے لئے ذیل میں نقل کرتا ہوں۔ (ایڈیٹر)

افسوسناک روش

مسلمان رہنماؤں کی یہ افسوسناک روش کب تک قائم رہے گی۔ کہ وہ کسی ہندو لیڈر کے غلام بنے رہتے ہیں۔ ایک زمانہ میں وہ مسٹر گاندھی کی غلامی کو فخر سمجھتے تھے۔ پھر پنڈت مالویہ کی پیروی کو اپنا ایمان سمجھتے رہے۔ اور اس کے بعد ان میں سے بعض سارے اسلامی ہند کو نہرو کی چاکری پر آمادہ کر رہے ہیں۔ "بڈھو میاں" نے گاندھی کی اندھی کا مزا چکھ لیا مالویہ کے خاموش [illegible]

نہرو کی ہنگامہ آرائی میں محو ہو جاتا ہے۔

ہندو انّائیں اور مسلمان بچے

گاندھی مالویہ اور نہرو ہر سہ ہندو رہنماؤں کی قابلیت رہنمائی اور وقت شناسی ہر آئینہ قابل ستائش و لائق داد ہے۔ جب ضرورت آن پڑتی ہے۔ وہ بھولے بھالے مسلمانوں کو چپکے سے اپنے ساتھ ملا لیتے ہیں۔ یہ ہندو "انّائیں" مسلمان "بچوں" کا دل کیسے دلفریب انداز میں بہلا لیتی ہیں اور ان کو کیسی کیسی میٹھی لوریاں دے کر سلاتی ہیں زمانہ اس کو دیکھ کر ہنس رہا ہے۔ فہمیدہ مسلمان رو رہے ہیں۔ اور عاقبت نااندیش مسلمان اس پر خوش ہو رہے ہیں۔

بعض مسلمانوں کی سادہ لوحی اس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ جب کوئی ہندو رہنما ان کو پکارتا ہے تو وہ اپنی ضرورتوں اور ضروری تحریکوں کو چھوڑ چھاڑ کر اس کے پیچھے ہو لیتے ہیں۔ اور جو ان کے ساتھ شامل نہیں ہوتا۔ اس کی ہنسی اڑاتے اور اس کو گشتنی اور گردن زدنی قرار دیدیتے ہیں۔

مسلمانوں کی ناکام تحریکات

مسلمان نے:-

(۱) برادران وطن کے اقتصادی دباؤ سے تنگ آکر تجارتی تحریک بظاہر کس زور شور سے شروع کی تھی۔ (جس کے ساتھ جوابی چھوت بھی تھی)

(۲) سنگٹھن کے بے پناہ سیلاب سے اپنے کو بچانے کے لئے انہوں نے تنظیم کا جھنڈا کس شان سے بلند کیا تھا۔

(۳) کمزور مسلمانوں پر شدھی کے زبردست وار ہوتے دیکھ کر تبلیغ اسلام کی تحریک کس شد و مد کے ساتھ جاری کی تھی۔

(۴) اچھوت ادہار کی پولٹیکل تحریک نے اصلاح مساجد و انسداد اوقاف کی جانب ان کو کس طرح راغب کر دیا تھا۔

(۵) برادران وطن کی تحریک اصلاح رسوم نے جس کے ساتھ ان کی پرانی تہذیب میں انقلاب کی تحریک بھی شامل تھی۔ مسلمانوں کو کس سرعت کے ساتھ اپنی ہندووانہ رسوم کی اصلاح پر آمادہ کر دیا تھا۔

ہندو کا بگل

اگر جب کبھی ہندو رہنما کا بگل بجا تو مسلمان اپنے تمام کام چھوڑ کر اس کے گرد جمع ہوئے۔ ممکن ہے بازار کے بچے کسی شعبدہ گر کے گرد جمع ہونے میں کچھ تامل کریں مگر ہمارے بعض جلیل القدر رہنماؤں کو اتنی بھی ہمت نہیں۔ کہ وہ بگل کی آواز سنیں۔ اور اس کی طرف دوڑ پڑنے کی ترغیب کو اپنے سینہ میں دبا سکیں۔

گاندھی مہاراج کا دور ختم ہوا۔ تو مالوی جی کا طوطی بول رہا تھا۔ انہوں نے مسلمانوں کی بعض تحریکوں کو پروان چڑھتے دیکھ کر "اتحاد بین الاقوام" کا صور پھونکا۔ اور پھر موقع کی مناسبت کے لحاظ سے سائمن کمیشن کی آمد پر دفعتہً کمیشن کے بائیکاٹ کا اعلان کر دیا۔ بس پھر کیا تھا۔ ہمارے زندہ دل رہنما اپنی تمام تحریکیں اور تمام کاروبار چھوڑ کر جوق در جوق ان کے گلّے میں شامل ہونے لگے۔

نہ کسی کو تجارتی ترقی کا خیال رہا۔ نہ تبلیغ اسلام کی تحریک میں کچھ قوت رہی۔ نہ اچھوتوں کی اصلاح پیش نظر رہی۔ تنظیم کی تحریک بھی کس مپرسی کی نذر ہو گئی۔ اور یہ مسلمان رہنما سائمن کمیشن کے بائیکاٹ کو اپنا دین و ایمان سمجھنے لگے۔

پنڈت نہرو کی کورانہ پیروی

اس کے بعد ایک اور زمانہ آیا جب پنڈت نہرو اور ان کے رفقائے کار اپنی سوچی سمجھی ہوئی تدبیروں کے موافق نہرو اسکیم کو ترتیب دے چکے۔ تو مالوی کا دور ختم ہو کر نہرو کا عہد شروع ہوا۔ اور وہ مسلمان جو طفلانہ انداز میں مالوی کے پیرو بن چکے تھے۔ ایک نہایت معصومانہ طریق پر نہرو کے پیچھے ہو لئے۔ اور ان میں سے بعض تو ایسے از خود رفتہ ہو گئے۔ کہ ان کے نزدیک اب بس یہی ایک چیز رہ گئی ہے۔ جس پر مسلمانوں کے مستقبل کا دار و مدار ہے۔

ہندو تحریکات

لیکن ہندو رہنما اپنی مختص القوم تحریکوں کو برابر کامیاب بنانے میں مصروف و منہمک ہیں۔ ان کی معنوی ترقی کا کام نہ رکا ہے نہ رکے گا۔ سنگٹھن کا ابھی تک اسی طرح دم خم ہے۔ شدھی میں وہی زور و قوت موجود ہے۔ اچھوت ادہار کا میدان بدستور گرم ہے۔ ہندوؤں کی اصلاح زور شور کے ساتھ جاری ہے۔ اصلاح رسوم کی رفتار بھی تیز کر دی گئی ہے۔ اکھاڑے برابر قائم کئے جا رہے ہیں۔ لاٹھی چلانے کی تعلیم باقاعدہ دی جا رہی ہے۔ اور عورتوں کو چھرے اور کٹار اور پستول کے استعمال کی برابر تلقین کی جا رہی ہے۔

اس کے مقابلہ میں مسلمان سب کچھ فراموش کر چکے ہیں۔ ان کے بڑے بڑے ثقہ اور سنجیدہ رہنما بھی قوم کی حقیقی ضرورتوں سے دور جا رہے ہیں۔ اور کسی کو اس بات کا احساس نہیں۔ کہ جو کچھ ہمارے برادران وطن اپنی قوم کے لئے کر دکھائیں۔ ہم بھی کریں۔

ہندوؤں میں تقسیم عمل

برادران وطن تقسیم عمل کے اصول پر کام کر رہے ہیں۔ ان میں وہ بھی ہیں۔ جو گورنمنٹ کے ساتھ ملے رہتے ہیں۔ اور اپنا اُلّو سیدھا کرتے رہتے ہیں۔ اور وہ بھی ہیں۔ جو حکومت کے خلاف آتش افروزی میں مصروف رہتے ہیں۔ اور وہ بھی ہیں جو بم اور پستول کے ذریعہ مطلب نکالنا چاہتا ہے۔ ایک جماعت ہر وقت مسلمانوں کو اشتعال دلانے میں مصروف رہتی ہے۔ اور اس کے ذمہ صرف یہ فرض ہے۔ کہ وہ کبھی مسلمانوں کو کسی ٹھوس تحریک کی طرف متوجہ نہ ہونے دے۔

ان کے علاوہ اور جماعتیں بھی ہیں جو قوم کی معنوی ترقی کے تمام لوازمات کو اپنے اپنے طریق پر پورا کر رہی ہیں۔ اور رہنمائی کرنے والے دماغوں نے جو راہیں ان کے لئے تجویز کر دی ہیں۔ اور جو فرائض ان کے ذمہ لگا دیتے ہیں۔ وہ ان کی طرف سے اپنی توجہ کو ایک لمحہ کے لئے بھی ادھر ادھر نہیں ہونے دیتے۔ یاد رہے۔ انہیں مشعل راہ دکھانے والی صرف چند

ہستیاں ہیں۔ لیکن انہوں نے اپنی فرزانگی، عالی اندیشی اور معاملہ فہمی سے قومی کارکنوں کو ایسے طریق پر تقسیم کر رکھا ہے۔ کہ ہر شخص اپنے اپنے فرائض پوری سرگرمی کے ساتھ انجام دے رہا ہے۔ اور بے راہ روی کا کہیں نشان تک نظر نہیں آتا۔

مسلمانوں کی فریب خوردگی

مسلمان بدقسمتی سے تیز اور تلخ گھونٹ کے عادی ہو گئے ہیں۔ جوش اور ولولہ جن کاموں میں پایا جاتا ہے۔ بس اس کے لئے تو وہ جان دینے کو تیار ہو جاتے ہیں۔ مگر ٹھوس کام کا نام لیا۔ اور ان کے اوسان خطا ہوئے۔ برادران وطن ان کے اس وصف سے خوب واقف ہیں۔ وہ جب دیکھتے ہیں۔ کہ اپنا مطلب سیدھا کرنے کے لئے مسلمانوں کو اپنے ساتھ ملانے یا مفید کاموں کی طرف سے ان کی توجہ ہٹانے کی ضرورت ہے۔ تو ان کا کوئی لیڈر اٹھکر کوئی ان کے ڈھنگ کی راگنی چھیڑ دیتا ہے۔ اور مسلمان مست ہو ہو کر اس پر گرنے لگتے ہیں۔ اور اپنا پس و پیش سب بھول جاتے ہیں۔ کیا اس وقت یہی حالت ہمارے سامنے نہیں۔ اور کیا ہم اس کا خمیازہ نہیں بھگت رہے ہیں۔ ہم چاہتے ہیں۔ کہ برادران ملت ان حالات پر غور فرمائیں۔ اور خوب غور فرمائیں۔ اور کوئی ایسی تدبیر کریں۔ اور کوئی ایسا انتظام قائم کریں جو اسلامی ہند کی تحریک میں ایک خوشگوار انقلاب پیدا کر دے۔

بجا شکایت

نہایت افسوس کے ساتھ عرض کیا جاتا ہے۔ کہ جن احباب کے ذمہ فاروق کا چندہ بابت ششماہی اوّل یا سال رواں سنہ ۲۹ء واجب تھا۔ انکے نام وی۔ پی کئے گئے۔ بعض احباب نے بلا وجہ معقول فاروق کے وی پی دو دو بار واپس کر دیئے اور بعض نے تو تین تین اور چار چار دفعہ واپس فرمائے۔ جس سے قریباً ۱۰۰ کئی روپیہ محصول وی پی کا نقصان فاروق کو اٹھانا پڑا۔ ضرورت ہوئی تو اگلے پرچہ میں ایسے خریداران فاروق کے نام شائع کر کے ان سے ہی اپیل کرونگا۔ امید ہے واپس کنندگان وی پی اپنا اپنا چندہ بذریعہ منی آرڈر ارسال فرمادیں۔ اور واپس کردہ وی پی کا خرچ بھی ساتھ بھیجیں۔ جو دو مرتبہ کا ۴ر اور تین مرتبہ واپس کرنیکا ۶ر ہے (مینیجر)

سفر سیلون اور مس ہدایت بڈھ صاحبہ کی آمد

(از اخویم مکرمی ڈاکٹر مفتی محمد صادق صاحب سلمہ اللہ)

امریکن مشن ہوس

ناظرین کرام اس امر سے آگاہ ہیں۔ کہ ہالینڈ سے مس ہدایت بڈھ نو مسلم لیڈی ہندوستان تشریف لائی ہیں۔ اور حسب فرمان حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ عاجز راقم ان کے استقبال کے واسطے کولمبو جزیرہ سیلون گیا تھا۔ جاتے ہوئے اسی راستہ میں چند روز کے لئے میرا بمبئی ٹھیرنا ضروری تھا۔ کیونکہ امریکہ میں جو ہمارا مشن ہاؤس ہے۔ جو عاجز نے وہاں خرید کیا تھا۔ اور اب صدر انجمن کی ملکیت ہے۔ اس کی رجسٹری جو اب تک میرے نام چلی آتی تھی۔ صوفی مطیع الرحمٰن کے نام منتقل کرانی ضروری تھی۔ اور یہ کام امریکن کانسل جنرل کی بیٹھی میں ہی ہو سکتا تھا۔ کیونکہ ملک امریکہ کا رجسٹرار اس ملک میں وہی ہے۔

بمبئی میں مشن کی ضرورت

بمبئی میں چند ایک معززین کو ملنے اور تبلیغ کرنے کا موقع ہوا۔ جن میں سے بعض سلسلہ احمدیہ کے بہت قریب ہیں۔ بمبئی ایک اس قسم کا شہر واقع ہوا ہے۔ کہ اس میں تمام مختلف ممالک کے آدمی ہمیشہ پائے جاتے ہیں۔ گویا وہ بھی ایک مرکز ہے۔

ایرانی، عراقی۔ عرب۔ شامی۔ فلسطینی۔ مصری۔ اہل افریقہ۔ جرمن۔ فرنچ۔ ترک۔ چینی۔ جاپانی۔ بخاری۔ تاتاری۔ غرض ہر قوم و ملت کے لوگ وہاں کے ہوٹلوں سراؤں اور بازاروں میں ملتے ہیں۔ اور ان کو تبلیغ کرنے کا بہت اچھا موقع حاصل ہوتا ہے۔ ایک ہوٹل میں میں چاء پینے کے واسطے گیا۔ تو ایک ایرانی عالم سے جو وہاں کے ایک فارسی اخبار کے ایڈیٹر ہیں۔ بہت دیر تک گفتگو ہوتی رہی۔ وہ سلسلہ کے حالات سے کچھ پہلے بھی واقف ہیں۔ اور ان کے ذریعہ سے ایرانی کانسل سے بھی ملاقات کرنے اور تبلیغ کرنے کا موقع حاصل ہؤا۔ میں ناظر صاحب دعوۃ تبلیغ کو اس طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ کہ بمبئی میں ایک احمدیوں کا مہمانخانہ ہونا چاہیئے۔ جس کے اخراجات مہمانوں سے ہی وصول کئے جانے کا انتظام ہو سکتا ہے۔ نیز وہاں سال میں کم از کم دو تین ماہ کے واسطے ایک مبلغ ضرور بھیج دینا چاہیئے ‌‌✽

چونکہ بمبئی ایک ایسا بندرگاہ ہے۔ جہاں سے ہمارے مبلغین اکثر گذرتے رہتے ہیں۔ اسواسطے بھی وہاں مشن ہاؤس کا قائم کرنا ضروری ہے بمبئی میں اس وقت سیٹھ اسمٰعیل آدم صاحب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدیمی مخلصین میں سے ہیں۔ وہ حتی الوسع مبلغین اور مہمانوں کی خدمت کرتے ہیں۔ مگر ان کا مکان ان کی دوکان سے بہت دور ہے۔ اور اس میں ایسی گنجائش نہیں کہ وہاں کوئی مہمان ٹھیر سکے۔ نیز ان کی تجارتی مصروفیت ایسی بڑھی ہوئی ہے۔ کہ وہ زیادہ توجہ ایسے کاموں کیطرف نہیں دے سکتے۔ دعا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ اپنے فضل و کرم سے ان کو صحت اور عافیت کے ساتھ رکھے اور ان کے کاروبار میں برکت عطا کرے۔ اور ان کی اولاد کو صلاحیت اور تقویٰ دے۔ اور ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا کرے ✽

سلسلہ کا احسان کارکنوں پر

قادیان سے جس دن میں اس سفر کیلئے روانہ ہؤا۔ اور قبل روانگی سٹیشن پر چند احباب کے ساتھ ملکر دعا کی گئی۔ اسوقت ہمارے مکرم دوست بابو فقیر علی صاحب احمدی نے جو ریلوے سٹیشن قادیان کے پہلے سٹیشن ماسٹر ہیں۔ اپنے بیٹے نذیر احمد کے تار کا ذکر کیا۔ کہ وہ بخیریت گولڈ کوسٹ پہنچ گیا ہے اور رقت کے لہجہ میں فرمایا۔ کہ یہ سلسلہ کا ہم پر فضل ہے۔ کہ میرا بیٹا ایک ایسے شاندار کام پر متعین ہؤا۔

اور نہ خوشی اس نے اتنے بڑے سفر کو اختیار کیا۔ میرے خیال میں یہ بابو صاحب کی سچی مخلصانہ روح ہے۔ جس نے یہ خیال ان کے دل میں پیدا کیا۔ سچ یہی ہے۔ کہ ہم جس قدر خادمان سلسلہ ہیں۔ خواہ کسی صیغہ کے ناظر ہوں۔ یا کسی ملک کے مبلغ ہوں۔ یا کسی سکول کے مدرس ہوں یا کسی دوسرے کام پر متعین ہوں۔ ہمارا کوئی احسان سلسلہ پر یا کسی فرد پر نہیں ہے کہ ہم نے کوئی قربانی کی یا کوئی خدمت سر انجام دی۔ بلکہ یہ سلسلہ کے امام اور ارکین کا ہم پر احسان ہے۔ کہ انہوں نے ہمیں ان خدمات کے واسطے منتخب کیا۔ یہ اللہ تعالےٰ کا فضل اور رحم اور کرم اور غریب نوازی ہے۔ کہ ہمارے سپرد یہ کام ہوئے۔ ورنہ ہم کیا اور ہماری ہستیاں کیا ہیں۔

میاں احمد دین زرگر حسن اتفاق سے اس سفر کے شروع میں قادیان سے امرتسر تک میاں احمد الدین صاحب زرگر یعنی قادیان کے سب سے پہلے احمدی زرگر ہیں۔ میرے رفیق سفر تھے۔ اور کئی بار انہیں ہمارے ساتھ مل کر دعائیں کرنے کا موقع مل گیا۔

استقبال مس بڈ میرے سیلون پہنچنے سے قبل مس ہدایت بڈ صاحبہ جہاز سے اتر چکی تھیں۔ سیلون کے احمدیوں نے اور بعض غیر احمدی معززین نے ایک بڑی جماعت میں سمندر کے کنارے ان کا استقبال کیا۔ اور ایک اعلیٰ درجہ کے ہوٹل میں ان کے ٹھیرنے کا انتظام کر دیا تھا۔ کئی ایک اخباروں کے رپورٹر آپ سے ملنے کیلئے آئے۔ اور اس ملاقات کے نتیجے میں چار یا پانچ انگریزی اخباروں کے مختلف نمبروں میں مضامین شائع ہوئے۔ اخباروں میں یہ بات شائع کی گئی۔ کہ مس صاحبہ نرالی ہیں۔ جس نے عیسائیت کو اس واسطے ترک کیا۔ کہ اس کے عقائد میری تشفی نہ کر سکتے تھے۔ اور اسلام کو اس واسطے قبول کیا۔ کہ اس کی تمام باتیں مدلل و معقول ہیں۔ انجمن احمدیہ میں آپ کے دو لیکچر ہوئے۔ اور آپ کی کوشش سے احمدی عورتوں کی بھی ایک انجمن قائم کی گئی۔ میرے وہاں پہنچنے پر بعض غیر احمدی مخالفین نے ایک سازش کر کے مس صاحبہ کو بظاہر ایک ٹی پارٹی پر بلایا۔ اور اس میں مس صاحبہ پر یہ سوال کیا۔ کہ آپ نے احمدیت کو کیوں اختیار کیا ہے۔ اور ہماری طرح پرانے عقیدے کے اسلام کو قبول کیوں نہیں کیا۔ اس سے ان کی غرض یہ تھی کہ اس طرح انہیں احمدیت سے منحرف کریں۔ لیکن چونکہ مس صاحبہ بفضلہ تعالےٰ علیٰ وجہ البصیرت احمدیت کو سچے دل سے قبول کر چکی ہیں۔ انہوں نے نہایت صفائی سے جواب دیا۔ کہ جن باتوں کی وجہ سے میں نے عیسائیت کو چھوڑا ہے۔ قریباً قریباً وہی خیالات آپ لوگوں میں پائے جاتے ہیں۔ مثلاً عیسائی لوگ یہ عقیدہ رکھتے ہیں۔ کہ عیسیٰ مسیح بجسد عنصری آسمان پر بیٹھا ہے۔ اور انیس سو سال سے اسی حالت میں پڑا ہے۔ اور آخری زمانے میں پھر زمین پر اتریگا۔ اس قسم کی نامعقول باتیں اگر میں تسلیم کر سکتی۔ تو میں عیسائی ہی رہتی۔ مسلمان ہونے کی ضرورت ہی کیا تھی۔ مگر احمدیت میں اس قسم کی نامعقول باتیں نہیں ہیں۔ اس واسطے بھی مسلمانوں میں سے یہی فرقہ مجھے سب سے زیادہ پسند ہے۔ اس قسم کے جواب سُن کر غیر احمدی لوگ شرمندہ ہوئے۔ اس کے بعد مس بڈ نے ان سے کچھ سوال کرنا چاہا۔ مگر سکرٹری نے کہا۔ کہ اس وقت ہم آپ سے سوال کرنے کے واسطے جمع ہوئے ہیں۔ نہ اس واسطے کہ آپ کے سوالوں کے جواب دیں۔

اخبارات میں مضامین سیلون کے بعض اخبارات کے رپورٹر میرے پاس بھی آئے۔ اور ملاقاتوں کی لمبی لمبی گفتگوؤں کو اپنے اخبارات میں شائع کیا۔ جس سے خوب تبلیغ ہو گئی۔ اکثر لوگ خواہشمند تھے۔ کہ میں پندرہ بیس روز تک وہاں رہوں۔ اور لیکچر دوں۔ مختلف سوسائٹیوں کے سکرٹریوں کی طرف سے بھی درخواستیں آئیں۔ کہ میں ان کے ہاں اسلام اور احمدیت پر لیکچر دوں۔ لیکن چونکہ گرمی دن بدن بڑھ رہی تھی۔ اور پنجاب میں گرمی بہت سخت ہوتی ہے۔ اس واسطے یہی مناسب سمجھا گیا۔ کہ میں جلد قادیان پہنچ جاؤں۔ جلدی میں روانگی کے سبب کوئی صحیح پروگرام تیار نہ ہو سکا۔ جس سے احباب کو مختلف سٹیشنوں پر ملاقات کیواسطے خطوط لکھے جا سکتے۔ تاہم مدراس۔ سکندرآباد۔ دہلی اور امرتسر بذریعہ تاروں کے اطلاع کی گئی۔ اور ان اسٹیشنوں پر احباب کرام سے ملاقات ہو سکی دہلی میں بہت سی احمدی خواتین ملنے کے واسطے آئیں۔ اور لجنہ کی سکرٹری صاحبہ گاڑی پہنچنے سے قبل سٹیشن کے پلیٹ فارم پر موجود تھیں۔ قادیان کے سٹیشن پر جو شاندار استقبال ہوا۔ وہ اخبار میں چھپ چکا ہے میرے ذکر کی ضرورت نہیں۔ مس صاحبہ کو اگرچہ قادیان آئے صرف چند روز ہوئے ہیں۔ انہیں مقام مسیح کے ساتھ ایک مخلصانہ تعلق ہے۔ اور یہاں کے حالات اور طرز معاشرت کے ساتھ انس اور خوشنودی کا اظہار کرتی ہیں۔

شکریہ سیلون کے دوستوں کا شکریہ ہے۔ کہ انہوں نے عاجز کی اور مس ہدایت صاحبہ کی ہر طرح سے امداد کی۔ سب سے زیادہ شکریہ کے مستحق مسٹر مختار ہیں۔ جنہوں نے تمام انتظام قیام لیکچروں اور ملاقاتوں کا کیا۔ اللہ تعالےٰ سب کو جزائے خیر دے۔

احباب افریقہ سے گذارش

مکرمی ڈاکٹر عمر الدین صاحب نے نیروبی سے فاروق کو ۳ خریدار جدید عطا فرما کر شکر گذاری کا موقعہ بخشا ہے۔ جزاہم اللہ احسن الجزاء۔ اور ان خریداروں کی قیمت اخبار بھی بذریعہ چیک نیشنل بنک انڈیا بمبئی ارسال فرمائی ہے۔ اس چیک کو وصول کرنا ایک نیا مشکل مرحلہ ہے۔ کہ قادیان میں رہکر طے ہونا کارے دارد۔ بنک والے دور سے ہی انکار کر دیتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ بمبئی نیشنل بنک سے دریافت ہونے کے بعد روپیہ ملیگا۔ جس پر کئی روز صرف ہونگے۔ اس لئے میں احباب افریقہ سے عرض کرتا ہوں کہ وہ براہ مہربانی اگر کوئی امداد فاروق کی بذریعہ خریداری وغیرہ فرمایا کریں یا اپنا چندہ بھجوایا کریں تو بجائے کسی چیک وغیرہ کے ایسا پوسٹل آرڈر بھیجا کریں۔ جس کا روپیہ ڈاکخانہ قادیان سے بآسانی ملجایا کرے۔ اور اصل رقم سے ایک دو شلنگ زیادہ بھیجا کریں۔ کیونکہ یہاں اصل رقم میں سے کٹوتی ہو کر چندہ پورا نہیں وصول ہوتا۔ امید ہے۔ کہ احباب اپنا اپنا چندہ معہ امداد فاروق جو بذریعہ خریداران جدید یا بطرز دیگر ہو ارسالی فرماکر ثواب حاصل کریں۔ ایسے پوسٹل آرڈر نہ بھیجیں۔ جن کا وصول کرنا مشکل ہو۔ (مینیجر)

مکتوب مفتوح کا فاتح کیطرف سے

جواب

ایڈیٹر فاروق کے "مخلص ناچیز عبد الکریم" مستری مشین سیویاں نے جنوری سنہ رواں میں "مکتوب مفتوح" کی سُرخی سے مردم خور ڈھاب کے غلیظ جیتھڑے "مباہلہ" میں "علی قاسم" سے یہ استفسار کیا تھا۔ کہ:۔

"کبھی آپ نے کسی تبلیغی دورہ میں کسی سے یہ الفاظ اپنی زبان مبارک سے ارشاد فرمائے تھے کہ۔ قادیان کے اندرونی حالات ایسے ہیں۔ کہ اگر میں انکو بیان کروں۔ تو یقیناً بہت سے لوگ احمدیت (یا خلافت) سے مرتد ہو جائیں"

"علی قاسم" نے اپنے مفتوح "ناچیز مخلص" کے اس استفسار کا جواب ۱۴ جنوری کے فاروق میں یہ دیا تھا کہ:۔

"مجھے جہاں تک یاد پڑتا ہے۔ ایک دفعہ ایسا ہوا تھا۔ کہ منشی فضل کریم "مفتوح" کے باپ نے مجھ سے اپنے رسوائے عالم پسر "زاہد" کے متعلق بہت سے ناگفتہ بہ حالات بیان کر کے کہا تھا۔ کہ "زاہد" کہتا ہے۔ کہ مجھے قادیان کے اندرونی حالات ایسے معلوم ہیں۔ کہ اگر میں بیان کروں۔ تو میرا باپ اور بھائی احمدیت اور خلافت سے مرتد ہو جائینگے۔ آپ (علی قاسم) اس کو سمجھائیں۔ اور میری بھی اطمینان کریں۔ کہ میں اس ناخلف فرزند کو کیا کہوں؟ تب میں (علی قاسم) نے ایسے ناقابل تردید دلائل سے مستری مذکور کو سمجھایا تھا۔ کہ وہ اس وقت بالکل مطمئن ہو کر چلا گیا تھا۔ اس کے علاوہ مجھے کوئی واقعہ یاد نہیں؟ اگر میرے "مخلص ناچیز عبد الکریم" کو معلوم ہے تو وہ ضرور ظاہر کرے۔ کہ کس تبلیغی دورہ میں میں نے کسی عبد الکریم جیسے ناچیز مخلص سے ایسا بیان کیا تھا"

"مفتوح" کے مکتوب کا واضح جواب دینے کے بعد "فاتح" نے اپنے "ناچیز مخلص عبد الکریم" سے بھی ایک استفسار کیا تھا۔ کہ عبد الکریم مستری

"اس شخص کا نام بے دھڑک ظاہر کرے۔ جس کے وہ دو مکتوب "مکتوبات شملہ" کے عنوان سے "مباہلہ" نمبر اول و دوم میں شائع کئے ہیں۔ تاکہ دنیا کو پتہ لگ جائے۔ کہ واقعی ان مکتوبات کا لکھنے والا خلافت سے منکر اور مستریوں کا حمایتی ہے۔ لیکن ہم کھول کر کہے دیتے ہیں کہ ہمارے "ناچیز مخلص" ہرگز ہرگز ان مکتوبات کے لکھنے والے کا نام نہیں بتائینگے۔ کیونکہ نام کے ظاہر کرتے ہی ان کے سارے منصوبے خاک میں مل جائینگے"

(فاروق ۱۴ جنوری ۱۹۲۹ء صفحہ ۱۲)

فاتح کا جواب پڑھکر "مفتوح" کے دو فرض تھے۔ پہلا یہ کہ وہ فاتح کے جواب کو صحیح تسلیم کر کے اپنے "ناچیز مخلص مفتوح" ہونے کا ثبوت دیتے۔ اور اگر شومئے قسمت سے یہ سعادت نصیب نہ تھی۔ تو پھر دوسرا فرض یہ تھا۔ کہ منافقت کی دستار اتار کر اور اپنے نفاق کا جامہ پھاڑ کر جرأت کے ساتھ اس تبلیغی دورہ کا اور اس شخص کا پتہ و نام بتاتے۔ جس تبلیغی دورہ میں اور جس سے "علی قاسم" نے "اپنی زبان مبارک سے یہ ارشاد فرمایا تھا۔ کہ:۔ "کہ قادیان کے اندرونی حالات ایسے ہیں۔ کہ اگر میں ان کو بیان کر دوں تو یقیناً بہت سے لوگ احمدیت یا خلافت سے مرتد ہو جائیں" اور یہ دوسرا فرض تو اس کے لئے ایسا ہی ضروری تھا۔ جیسا کہ خلافت احمدیہ کی مخالفت اس کی زندگی کی علت غائی ہے۔ اور خاصکر ایسی حالت میں جبکہ اس کو بقول خود بھی خوب معلوم ہو چکا تھا۔ کہ "علی قاسم" کے خلافت مآب اور قادیان کے نہاں در نہاں عجیب و غریب حالات کے متعلق کیسے خیالات ہیں۔ جن کے اظہار کا وعدہ دیکر اپنے جیتھڑے کے ناظرین کو آیندہ اشاعت کا انتظار کرایا گیا تھا۔

مگر واسے بر حال مستریان کہ ان دونوں فرائض میں سے کسی ایک کو بھی ادا نہ کرتے ہوئے مارچ کے "جیتھڑے" میں جو مجھے ایک دوست سے ملا ہے۔ "مجھے یاد نہیں" کی شرح کر کے اپنی بے بسی اور منافقت اور بزدلی کا یہ لکھکر ثبوت دیا کہ "منشی قاسم علی صاحب" نے ہمارے سوال کا جو جواب دیا ہے:۔

"وہ سوائے گالیوں کے اور کچھ نہیں (کیونکہ پتہ کی بات جو بتانی تھی) البتہ گالیوں کی بوچھاڑ کے بعد آپ نے نفس سوال کے جواب میں صرف یہ کہنے پر اکتفا کی ہے۔ کہ (زاہد اور اس کے باپ فضل کریم کے واقعہ بالا کے علاوہ) مجھے کوئی واقعہ یاد نہیں (اگر عبد الکریم کو معلوم ہے۔ تو وہ ضرور ظاہر کرے) ہم اس عجیب و غریب عدالتی جواب پر مفصل روشنی تو آئندہ اشاعت میں ڈالیں گے (جیسا کہ ہم پہلے سے آئندہ اشاعت کا ہی وعدہ کرتے آ رہے ہیں۔ مگر وہ آئندہ اشاعت نہ تو فروری میں ہوئی۔ نہ مارچ میں نہ اپریل میں ممکن ہے کبھی آیندہ آئندہ بھی نہ ہو۔ تاہم فی الحال ہم) اپنے سوال کو دوسرے رنگ میں پیش کرتے ہیں۔ جس کا جواب ہی صدق و کذب پر دال ہوگا"

یہ ہے ناظرین ڈھاب کے مینڈکوں کی ٹرم ٹوں کہ اپنی راست بیانی کو ثابت کرنے کی جرأت نہ رکھتے ہوئے بے ایمانی سے حیلے حوالے کر کے جان چھڑانا چاہتے ہیں۔ اور بیباک ہو کر جھٹ سے نہیں کہہ دیتے کہ "علی قاسم صاحب آپ نے فلاں تبلیغی دورہ میں فلاں دیندار متقی دیانتدار مومن باوقار ثقہ اور راستباز شخص سے یہ کہا تھا۔ تو ہم بھی آگے کچھ کہنے والے بنتے۔ نادم ہوتے یا اپنا ڈیفنس پیش کرتے یا اعتراف گناہ کر کے اپنے "ناچیز مخلص مفتوح" سے معافی مانگتے اب کہیں تو کیا کہیں اور لکھیں تو کیا لکھیں۔ اب "ناچیز مخلص" دوسرے رنگ میں "صرف" یہ بولتے ہیں۔ کہ:۔

"منشی قاسم علی قادیانی سے ہمارا صرف یہ سوال ہے۔ کہ عرصہ پندرہ سال میں جب سے کہ انہوں نے میاں محمود احمد خلیفہ قادیان کی بیعت کی ہے کیا کوئی ایسا زمانہ بھی ان پر گذرا ہے۔ جس میں ان پر قادیان کے ایسے اندرونی حالات کا انکشاف ہوا ہو۔ جن کے اظہار سے جماعت قادیان کے مرتد ہونے کا خطرہ ہو" (مباہلہ مارچ ۱۹۲۹ء صفحہ ۱)

اب میں اپنے ناچیز مخلص مفتوح کے اس دوسرے لنگ کو بھی دھو دیتا ہوں۔ ممکن ہے کہ وہ دورنگی چھوڑ کر یکرنگ ہو جائے۔ پس میرے "ناچیز مخلص" کو یاد رہے۔ کہ عرصہ پندرہ سال میں جب سے کہ میں نے حضرت اولوالعزم فضل عمر ایدہ اللہ بنصرہ کی بیعت کی ہے۔ بجز ایک فضل کریم مستری کی زبان سے اس کے خاندانی حالات سننے کے جو اس نے اپنے پیشوا زاہد علیہ ما علیہ کی روایت سے بیان کئے تھے۔ کوئی ایسا زمانہ نہیں گذرا۔ جس میں مجھ پر قادیان کے ایسے اندرونی حالات کا انکشاف ہوا ہو۔ جن کے اظہار سے جماعت قادیان کے مرتد ہونے کا خطرہ ہوا ہو۔ ہاں مجھے فضل کریم مستری کے خاندان کے مرتد ہونے کا بیشک خطرہ تھا۔ جبکہ میں دیگر لوگوں سے اور فضل کریم سے زاہد کے حالات سنتا تھا۔ اور آخر یہی ہو کر رہا۔ کہ بدنصیب فضل کریم کا خاندان کا خاندان ہی ہلاک ہو گیا۔ جو نہ صرف خلافت سے بلکہ احمدیت سے بھی خارج ہو کر پورا مبدین بن گیا۔ ربنا لا تجعلنا منھم واجعلنا من المؤمنین۔ آمین۔

امید ہے۔ کہ اب تو میرے ناچیز مخلص مستری عبدالکریم کو یہ شکایت نہ ہوگی۔ کہ عدالتی جواب دیا ہے؟ اس کے مقابل میں میرے مفتوح "ناچیز مخلص" کو بھی چاہیئے کہ انسانیت کا جامہ پہن کر منافقت کا پاجامہ اتار کر جرأت سے میرے استفسار کا جواب بھی دیدے کہ مکتوبات "شملہ" کے نام سے جو مکتوب آپ شائع کر رہے ہیں۔ ان کا لکھنے والا کون ہے۔ کہاں رہتا ہے۔ اور اس کا کیا نام ہے۔ نیز وہ کونسا تبلیغی دورہ ہے۔ جس میں میں نے کسی شخص سے کہا تھا کہ "قادیان کے اندرونی حالات ایسے ہیں۔ کہ اگر میں ان کو بیان کر دوں۔ تو بہت سے لوگ احمدیت سے مرتد ہو جائیں۔ اور وہ شخص زندہ ہے یا مر گیا۔ منافق ہے یا مومن۔ امید ہے۔ کہ اب کسی آئندہ اشاعت کا انتظار نہ کرائیں گے۔ اور جلد جواب دیں گے۔ (علی قاسم)

اطلاع:۔ خاکسار ایڈیٹر فاروق ۲۰ جون کے جلسہ کے لئے مسوری جا رہا ہے۔ اگلا پرچہ واپس آکر نکالوں گا (ایڈیٹر)

ایڈیٹر پرکاش کا ویدوں سے انکار

اخبار پرکاش کا مشہور دروغگو ایڈیٹر لالہ رادھا کشن اپنے اخبار میں ایک ایسی "سنہری بات" لکھتا ہے۔ جس کے ضمن میں وہ چاروں ویدوں اور تمام ہندو شاستروں سے انکار کر جاتا ہے۔ چنانچہ لالہ جی فرماتے ہیں۔ کہ مسلمان جو انجیل سے اس بنا پر انکار کرتے ہیں۔ کہ موجودہ انجیل وہ نہیں۔ جو مسیح کو خدا سے ملی تھی۔ ان کے اس انکار کی کوئی وقعت نہیں! کیوں وقعت نہیں؟ اس کی وہ یہ دلیل دیتا ہے۔ کہ چونکہ مسلمان بوثوق کے ساتھ یہ نہیں کہہ سکتے۔ کہ انہوں نے بائیبل کو حضرت مسیح پر نازل ہوتے اپنی آنکھوں دیکھا ہے۔ کیونکہ اب وہ زمانہ گیا۔ جب نوشتوں پر اعتبار کر لیا جاتا تھا۔ اب یہ زمانہ آنیوالا ہے۔ کہ جو بات اپنی آنکھوں نہیں دیکھی۔ خواہ وہ چودہ سو سال کی پرانی کیوں نہ ہو۔ (اور خواہ وہ دنیا کی ابتدا میں اتری ہوئی بیان کی جائے۔ فاروق) اسے قابل تسلیم قرار نہیں دیا جا سکتا"

(پرکاش ۸ ستمبر سنہ ۲۶ء صـ)

ایڈیٹر صاحب پرکاش یہ فرماتے ہیں۔ کہ ایسی باتوں کو جو آنکھوں سے نہ دیکھی ہوں تسلیم نہیں کیا جا سکتا یہ دلیل عملی طور پر تو جس قدر بیہودہ اور غلط ہے۔ وہ اہل دانش سے پوشیدہ نہیں۔ مگر ویدوں اور ہندو گرنتھوں کا لالہ رادھا کشن جی نے ایسا صفایا کر دیا ہے کہ تسمہ لگا نہیں رہنے دیا۔ اور ظاہر کر دیا۔ کہ اگنی۔ وایو آدتیہ اور انگرا نامی وہمی و خیالی رشیوں پر جو ابتداء آفرینش میں ویدوں کا گیان اترنا بتایا جاتا ہے۔ اس کو کس نے اپنی آنکھوں سے ان پر نازل ہوتے دیکھا ہے۔ جو آج ویدوں کو ایشوری گیان تسلیم کر لیا جائے۔ کیونکہ "جو بات اپنی آنکھوں نہیں دیکھی وہ خواہ اربوں سال کی پرانی کیوں نہ ہو) اسے قابل تسلیم قرار نہیں دیا جا سکتا" لہذا ویدوں کے ایشوری گیان ہونے کے ان دلائل کی جو آریہ سماج یا اس کا بانی پیش کرتا ہے وقعت ہی کیا ہو سکتی ہے۔ کہو لالہ رادھا کشن اپنے اصول کا نتیجہ دیکھا کیسے؟

وصیت نمبر ۳۰۱۰

میں فاطمہ بی بی زوجہ چودھری فتح الدین صاحب قوم ارائیں پیشہ خانہ داری عمر ۲۰ سال تاریخ بیعت پیدائشی ساکن پھنیاں ڈاک خانہ نندا چور ضلع ہوشیارپور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۵ دسمبر ۱۹۲۸ء حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میری موجودہ جائداد زیورات سنہری و نقرئی قیمتی ۱۲۵ ایک سو پچیس روپیہ ہے۔ حق مہر مبلغ ۳۰۰ تین سو روپیہ ہے۔ جو ابھی مجھے خاوند سے وصول نہیں ہوا۔ میں اپنی جائداد کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ نیز یہ بھی لکھ دیتی ہوں۔ کہ اگر میری وفات کے وقت کوئی مزید جائداد ثابت ہو۔ تو اسکے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم بابت وصیت داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ کر کے رسید حاصل کروں۔ تو ایسی رقم حصہ وصیت کردہ سے منہا کر دی جاویگی۔ فقط

العبد:۔ نشان انگوٹھا فاطمہ بی بی

گواہ شد۔ چوہدری فتح الدین خاوند موصیہ

گواہ شد۔ مرزا برکت علی امیر جماعت احمدیہ آبادان حال وارد قادیان

وصیت نمبر ۳۰۳۲

میں فضل بی بی زوجہ شیخ اللہ بخش قوم شیخ پیشہ خانہ داری عمر ۵۰ سال تاریخ بیعت ۱۹۲۳ء ساکن ٹرپئی ڈاکخانہ مجیٹھہ تحصیل و ضلع امرتسر بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۷/۵/۲۹ کو حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میری موجودہ جائداد مہر ۳۲ روپیہ ہے۔ اور زیورات سنہری وزنی ۲۵ تولہ ہے۔ ان کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ نیز یہ بھی لکھ دیتی ہوں۔ کہ اگر میری وفات کے بعد اس جائداد کے علاوہ کوئی زائد مزید جائداد ثابت ہو۔ تو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ ہوگی۔ اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم بمد وصیت داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کر کے رسید حاصل کروں۔ تو ایسی رقم حصہ وصیت سے منہا کر دی جاویگی۔ فقط۔ گواہ شد۔ شیخ اللہ بخش خاوند موصیہ۔ ٹرپئی ضلع امرتسر۔ العبد:۔ فضل بی بی موصیہ نشان انگوٹھا موصیہ۔ گواہ شد:۔ ڈاکٹر محمد احسان ٹرپئی ضلع امرتسر حال وارد قادیان۔

مرقع شاتی - جواب شاتی ہفوات - راز ہائے باطل - بحر حقیقت - ہدایات زرین - درخواست خریداری پتہ ذیل پر آنی چاہیئے

مینیجر فاروق قادیان - پنجاب

(ضیاء الاسلام پریس قادیان میں میر قاسم علی پرنٹر و پبلشر نے چھپوا کر فاروق منزل قادیان سے شائع کیا)